قرآن، حدیث اور تاریخ اہلسنت کے آئینہ میں

بیعتِ علیؑ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا صاحب العصر والزمان المدد

علیہ السلام

بیعتِ علی

قرآن، حدیث اور تاریخ اہلسنت کے آئینہ میں!

مرتبہ و مولفہ

محمد وصی خان

پیش کش :- محفلِ حیدری ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

"قطعہ"

میں نے اِس دَور کے مخصوص مُسلمانوں کو
یہ تو فرماتے سُنا ہے کہ نبیؐ ہم سا ہے
یہ بھی سمجھے کہ پیمبرؐ یہ فضیلت دے دی
ایک آواز نہ اُٹھی کہ علیؑ ہم سا ہے

اپنا جسے عطا کیا بستر رسولؐ نے
اپنا بنایا جس کو برادر رسولؐ نے
تلوار حق نے دی جسے، دختر رسولؐ نے
وہ، جس کو اپنا سونپ دیا گھر رسولؐ نے
ورثہ تمام تر جسے بھائی کا مِل گیا
کُل اختیار جس کو خدائی کا مِل گیا

تاثیر



مرتبہ و مولفہ کتاب

محمد وصی خان

صدر انجمن تنظیم الحسینی لیاقت آباد

و

صدر محفل حیدری

ناظم آباد نمبر ۴۔ کراچی

نوٹس

یہ کتاب خصوصاً اور صرف ان حضرات کے لئے لکھی گئی ہے جو مذہب شیعہ اثنا عشری سے تعلق رکھتے ہیں۔ مذہب اسلامیہ کے دیگر فرقوں سے تعلق رکھنے والے حضرات اس کتاب کا پڑھنا باعث دل آزاری سمجھیں تو وہ اس کو خریدنے اور پڑھنے سے بالکل گریز کریں۔ (وصی خاں)

نام کتاب ـــــ بیعتِ علیؑ

مرتبہ و مولف ـــــ محمد وصی خاں

طباعت ـــــ [redacted]

ناشر ـــــ محفل حیدری ناظم آباد کراچی

کتابت ـــــ سید محمد یوسف رضوی (بنارسی)

ایڈیشن ـــــ پہلا سال طباعت ۱۹۷۹ء

کتاب ملنے کا پتہ

(۱) محفوظ بک ڈپو۔ مارٹن روڈ کراچی۔

(۲) رحمت اللہ بک ایجنسی بمبئی بازار کھارادر کراچی

(۳) احمد بک ڈپو رضویہ سوسائٹی ناظم آباد کراچی

(۴) مکتبہ مسعودیہ مسجد نورالایمان ناظم آباد کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین کتاب

انتساب عقیدت

وارثِ بتول دلبندِ رسولؐ ولایت الٰہیہ حضرت ولی عصر روحی و ارواح المومنین لہ الفدا کی خدمتِ اقدس میں

حقیر نذرانہ

طلب گارِ مغفرت بخششِ گناہ کا طالب۔ دل کی گہرائیوں کے ساتھ ملتجی ہوں کہ فہرست اعوان و انصار میں میرے نام کے درج کرنے کا حکم فرمائیں۔

آخر میں اپنی شہزادی کی بارگاہ سے اپنے والد بزرگوار

جناب محمد عسکری خان مرحوم کی مغفرت کیلئے

دست بستہ ملتجی ہوں اور مومنین کرام سے ایک سورۂ فاتحہ کی استدعا ہے۔

خادمِ اہلبیتؑ

محمد وصی خان

ہماری گذارش

تحفہ یا علیؑ مدد

خداوند تعالےٰ نے اسلام کی ترویج کے لئے جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے وہاں سب سے آخر میں اپنے حبیب خاص ختم الانبیاء حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ کو آئندہ قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کے لئے قرآن حکیم دے کر بھیجا اور خود حضور پاکؐ کے اسوہ حسنہ کو بہترین نمونہ عمل قرار دیا۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے زندگی بھر قرآن مجید اور اپنی پاکیزہ سیرت و کردار سے اسلام کی تبلیغ کی۔ پتھر کھائے۔ مجنون و ساحر کہلانا برداشت فرمایا۔ ملیکۃ التجار حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی دولت نثار کی۔ جان نثار چچا حضرت ابوطالب کی رفاقت و حمایت میں شعب ابوطالب کا صبر آزما وقت گذرا ہجرت کی تکلیف اٹھائی۔ جہادوں کی سختیاں خوشی سے جھیلیں۔ کیا کچھ نہ ہوا لیکن تبلیغ دین سے مُنہ نہ موڑا۔ اور پھر آخر وہ وقت بھی آگیا جب رسولؐ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دُنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو آپ نے قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کے لئے نہایت صاف اور واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا

" میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ کتاب خدا اور میری عترت اور وہ میرے اہلبیت (علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ) ہیں۔ اگر تم ان سے متمسک

رہے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے"۔

لیکن تاریخ کا افسوسناک باب ہے کہ حضرت ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری وقت "ہمارے لئے صرف قرآن کافی ہے" کا نعرہ بلند کر دیا گیا۔ قرون اولیٰ سے لے کر اب تک مسلمانوں کی گمراہی کا باعث مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں یہی نعرہ قرار پاتا ہے۔

سنت سے انحراف کی بناء پر مسلمانوں نے قرآن مجید کی اپنی اغراض کے مطابق تاویلیں اور تحریفیں کیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی تاریخ کے اوراق قرآن و سنّت سے انحراف کی مثالیں جابجا ملتی ہیں اور آج بھی پاکستان میں صرف قرآن کافی ہے اور سُنّتِ رسول سے انحراف کی بازگشت ڈنکے کی چوٹ پر سُنائی دے رہی ہے۔

اگر صرف قرآن کافی ہے تو قرآن کے ان الفاظ کو پیش نظر رکھا ہوتا.... .... "کہ تاقیامِ قیامت اللہ کی سُنّت کو ہرگز متبدل اور لائق انتقال نہ پاؤ گے"۔ (قرآن حکیم)

کلماتِ الٰہیہ میں کوئی ردّو بدل نہیں۔ عجب ثم العجب کہ ایمان بالقرآن کا دعویٰ اس کے بعد بھی یہ قرآن و سُنّت میں تاویل۔ نصِ صریح کی موجودگی میں انحراف۔ زیرِ نظر کتاب میں وہ تمام تاریخی واقعات آیاتِ قرآن اور حدیث رسول صلعم کو یکجا کر کے اسوۂ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روشناس کرایا گیا ہے اس کتاب سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ حضرت علی علیہ السلام کے افکار اور میلان و عواطف کیا تھے۔ انھوں نے کس کس انداز سے نازک اور نازک ترین مواقع پر ان انسانی اقدار کو جو صحبت رسول صلعم اکرم اور فہم قرآن

کا نتیجہ تھا اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا اور اس راستے میں اپنی ہر عزیز چیز قربان کر دینے سے دریغ اور تامل نہیں کیا۔ تاریخ احمدی میں صفحہ ۹۹۔ اور ۲۰۱ پر بحوالہ مدارج النبوۃ لکھا ہے کہ رسول خدا نے بوقت وفات حضرت علی علیہ السلام کو اس طرح صبر کی تلقین فرما دی تھی کہ "اے علی میرے بعد تم پر بہت سے مصائب نازل ہوں گے لیکن تنگ دل نہ ہونا اور صبر سے کام لینا اور جب دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے تو تم دین کو اختیار کرنا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے بعد ختمی مرتبت حضرت علی علیہ السلام سے بیعت لینے کی بہت کوشش کی لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اپنے گھر میں آگ لگوائی۔ جناب محسن شکم مادر میں شہید ہوئے۔ اپنے گلے میں رسی بندھوائی لیکن بیعت نہیں کی جس کو میں علماء اہلسنّت کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات سے ثابت کروں گا۔ اکثر کتب اہلسنّت میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے بیعت کر لی تھی یہ غلط ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر رسول پاکؐ کی وصیت بالا کا پاس نہ ہوتا تو آج تاریخ اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ زیر نظر کتاب اپنی نوعیت کی آپ ہے جس کو پڑھنے کے بعد آپ کے ایمان میں روشنی کی نئی کرن دوڑ جائے گی۔

آخر میں اتنا اور بتاتا چلوں کہ یہ کتاب مخصوص عقائد مذہب شیعہ کی رو سے لکھی گئی اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کسی بھی خلیفہ کی بیعت نہیں کی تھی جب آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو یہ بات آپ پر روز روشن کی طرح صاف اور واضح ہو جائے گی۔

اگر مطالعہ کے بعد یہ کتاب پسند نہ آئی تو کتاب کی قیمت آپ واپس لے سکتے ہیں بشرطیکہ دوران مطالعہ کتاب خراب نہ کی گئی ہو۔

اس سلسلہ میں اپنے کرم فرما حضرات کا شکریہ اور ان کی صحت اور کامرانی کے لئے دعا نہ کروں تو یہ میری احسان فراموشی ہوگی۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کا میں ہمیشہ احسانمند رہوں گا جو میری پریشانیوں اور الجھنوں میں میری رہنمائی اور مدد کرتے ہیں۔

جناب علامہ نصیر الاجتہادی صاحب۔ علامہ طالب جوہری صاحب۔ علامہ عباس حیدر عابدی صاحب۔ ڈاکٹر صادق صاحب۔ پروفیسر سردار نقوی صاحب۔ تاثیر نقوی صاحب۔ متجز جونپوری صاحب۔ سبطین صاحب۔ انصار حسین واسطی صاحب۔ علی سعید صاحب۔ سجاد حیدر جانی صاحب۔ شاہ حسین حماد صاحب۔ مولانا حیدر حسین صاحب۔ موسیٰ رضوی صاحب۔ افسر حسین صاحب میر عابد حسین صاحب۔ حیدری صاحب۔ علی نقی صاحب۔ اللہ تعالےٰ آئمہ کے صدقے میں ان سب کو آباد رکھے آمین!

الداعی

محمد وصی خان

فہرست

قرآن پاک و کتب اہلسنت والجماعت جن کی مدد سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مُصنّف و مؤلف
۱	قران پاک	اللہ کی کتاب
۲	صحیح بخاری	امام محمد ابن اسمٰعیل بخاری
۳	صحیح ترمذی	امام محمد ابن عیسیٰ ترمذی
۴	صحیح مسلم	امام مسلم بن الحجاج نیشاپوری
۵	صحیح نسائی	امام ابی عبدالرحمٰن احمد نسائی
۶	تفسیر در منشور	علامہ جلال الدین سیوطی
۷	ارجح المطالب	خواجہ عبید اللہ امرتسری
۸	میزان الاعتدال	محمد ابن احمد اندلسی
۹	موطا	امام مالک
۱۰	ریاض النضرہ	محب الدین طبری
۱۱	تحفہ اثناء عشری	شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲	نہائیت العقول	امام فخر الدین رازی
۱۳	عقد الفرید	امام شہاب الدین احمد اندلسی
۱۴	کتاب المرتضیٰ	حافظ عبدالرحمٰن امرتسری
۱۵	نص و اجتہاد	علامہ عبدالحسین موسوی
۱۶	اسوۂ علیؑ	رئیس احمد جعفری ندوی
۱۷	"تفسیر کبیر"	امام فخر الدین رازی
۱۸	تفسیر طبری	امام طبری
۱۹	تاریخ ابو الفدا	ابو الفدا اسمٰعیل
۲۰	تاریخ ابن خلدون	قاضی عبدالرحمٰن بن محمد
۲۱	تفسیر بیضاوی	امام بیضاوی
۲۲	فاطمہ زہرا کی سوانح عمری	جناب مظفر علی خاں
۲۳	سیرۃ ابن اسحاق	علامہ محمد ابن اسحاق
۲۴	تاریخ ابن ہشام	علامہ ابن ہشام
۲۵	تاریخ بلاذری	علامہ بلاذری
۲۶	تاریخ اعثم کوفی	امام اعثم کوفی
۲۷	تاریخ خمیس	علامہ حسین دیار بکری
۲۸	تاریخ خلفاء	علامہ جلال الدین سیوطی
۲۹	تاریخ طبقات ابن سعد	محمد ابن سعد کاتب الواقدی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنفؒ
۳۰	تاریخ سبط ابن جوزی	علامہ سبط ابن جوزی
۳۱	تاریخ طبری	امام ابوجعفر محمد ابن جریر
۳۲	سیرۃ النبیؐ	علامہ شبلی نعمانی
۳۳	الفاروق	علامہ شبلی نعمانی
۳۴	ینابیع المودۃ	شیخ سلیمان الحنفی
۳۵	تاریخ احمدی	نواب بہ یاداں
۳۶	مودۃ القربیٰ	سید علی ابن شہاب ہمدانی
۳۷	معارج النبوۃ	ملا معین کاشفی
۳۸	وسیلتہ النجات	مولوی محمد مبین فرنگی محلی لکھنوی
۳۹	کتاب مناقب	ابوبکر خوارزمی
۴۰	ازالتہ الخفاء	شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی
۴۱	طبرانی	امام طبرانی
۴۲	روضتہ الاحباب	جمال الدین محدث
۴۳	مناقب آلِ ابی طالب	محمد ابن علی ابن شہر آشوب
۴۴	کنز العمال	ملا شیخ علی متقی
۴۵	روضتہ الصفا	محمد ابن خاوندشاہ
۴۶	مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل
۴۷	مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق صاحب دہلوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنّف
۴۸	فتح الباری	علامہ ابن حجر مکیؒ
۴۹	صواعق المحرقہ	علامہ ابن حجر مکیؒ
۵۰	کتاب الشفا	علامہ قاضی عباس
۵۱	کتاب اخبار المدینہ	امام سید ابوالحسین
۵۲	کتاب سقیفہ	احمد ابوبکر ابن العزیز جوہری
۵۳	سیف المملول	قاضی ثناء اللہ
۵۴	مروج الذہب	علامہ مسعودی
۵۵	معجم البلدان	یاقوت حموی
۵۶	کتاب الامامت والسیاست	علامہ ابن قتیبہ دینوری
۵۷	رسالہ عقاید	ملا یعقوب لاہوری
۵۸	سنن ابن داؤد	علامہ ابوداؤد
۵۹	سنن ابن ماجہ	علامہ ابن ماجہ
۶۰	مرغوب القلوب	شاہ عبدالحق صاحب دہلوی
۶۱	ربیع الابرار	علامہ زمخشری

جدول

حضرت علی علیہ السلام امیرالمومنین

اسم مبارک :-	علیؑ
کنیت :-	ابوالحسنین، ابوتراب
القاب :-	امیرالمومنین، مرتضیٰ وغیرہ
نام والد ماجد :-	حضرت ابوطالب
نام والدہ ماجدہ :-	حضرت فاطمہ بنت اسد
جائے ولادت :-	خانۂ کعبہ
یوم، تاریخ، ماہ سنہ ولادت :-	جمعہ ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل
حاکمِ وقت ولادت :-	شہریار
جائے شہادت :-	مسجد کوفہ بحالت نماز
نقش نگین :-	الملک للہ الواحد القہار
یوم تاریخ ماہ و سنہ شہادت :-	دوشنبہ ۲۱ رمضان ۴۰ ہجری
سبب شہادت :-	ضربت ابن ملجم ملعون از زہر آلود تلوار بحالت نماز
سن مبارک :-	۶۳ سال
مدتِ امامت :-	۲۹ سال
جائے دفن :-	نجف اشرف عراق

موردِ سقیفہ .... مقدمۂ کتاب

کتاب نص و اجتہاد تالیف علامہ عبد الحسین موسوی
ناشر مکتبہ تعمیر ادب صفحہ ۱۵ و ۱۶ اور ۱۷
زیر نظر کتاب کا مقدمہ میں مذکورہ بالا حوالہ سے شروع کرتا ہوں۔
"آہ! وہ وقت جب کہ حضرت ابی بکرؓ نے خلافت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ایک جماعت نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کرلی اور اس طرح حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اس صریحی حق کا انکار کر دیا گیا جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابتداء تبلیغ سے آخر عمر تک بیان کیا تھا۔

اِنکارِ حَدیث

شاید ہی دنیا میں کسی حدیث کا اس طرح انکار کیا گیا ہو جس طرح کہ احادیث خلافت امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السّلام کا انکار کیا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ابتداء تبلیغ سے تا حیات بلکہ آخری وقت میں بھی حدیث ثقلین کے ذریعہ اہلبیت کی عظمت اور ان کی قرآن سے ہم آہنگی کا اعلان کیا لیکن اُمّت نے سقیفہ میں ان سب کو نظر انداز کر دیا۔

بنی ہاشم سے اعراض

وہ اہل بیتؑ کہ جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے باب حطہ۔ سفینہ نجات۔ جبل ممدود۔ ثقل اکبر۔ باب العلم اور معدن نبوت قرار دیا تھا۔ ان کے انکار کے ساتھ ساتھ بنی ہاشم کے ان ارباب فکر کو بھی نظر انداز کر دیا گیا جو ان افراد سے یقیناً بہتر تھے کہ جن میں اس وقت کی خود ساختہ اصطلاح میں اہل حل و عقد قرار دیا گیا تھا۔

بیعت پر اصرار

اپنے احباب و اتباع سے بیعت لینے کے بعد حکومت وقت کی نظر بنی ہاشم کی طرف مڑ گئی اور ان سے جبریہ بیعت لینے کے منصوبے بننے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے گھر کو آگ لگانے کا ارادہ کر لیا گیا۔ ہم نے یہ مان لیا کہ اہل بیت کی شان میں کوئی نص وارد نہ ہوئی تھی۔ انھیں علم و ادب۔ شجاعت و سخاوت۔ اخلاق و اکرام کے میدان میں سبقت حاصل نہ تھی لیکن کم از کم ان کا مرتبہ ایک صحابی کا تو ضرور تھا۔ پھر کیا اتنا ممکن نہ تھا کہ اس قدر خلافت میں تاخیر کی جاتی کہ وہ دفن رسولؐ سے فارغ ہو کر واپس آجاتے۔؟ کیا اس طرح ان کے دکھے ہوئے دلوں کا علاج اور زخم جگر کا مداوا نہ ہو جاتا؟ کیا اس طرح نبویؐ تعلیمات

اور اسلامی اخلاقیات کے اقدار کا اظہار نہ ہوتا؟ یقیناً سب کچھ ہوتا لیکن وہاں تو خطرہ صلاحیتوں سے تھا اس لئے فکر تھی کہ مطلب کو جلد ختم کیا جائے اور موقع سے فائدہ اٹھا لیا جائے ایسا نہ ہو کہ بنی ہاشم دفن سے فارغ ہو کر واپس آ جائیں اور ہمارے منصوبوں میں دخل اندازی کریں ادھر سعد بن عبادہ سے بشیر و عویم و معن کا حسد کام آ گیا اور انھوں نے صرف سعد کی مخالفت کرنے کے لئے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور اس طرح تین آدمیوں کا قدیم منصوبہ وقتی طور سے کامیاب ہوتا نظر آیا۔

نزاع مہاجرین و انصار

یہ تو ہم نہ ہونا چاہئے کہ بیعت کا کام جلد ہی مکمل ہو گیا۔ نہیں نہیں فضاؤں میں آج تک کچھ شور و شغب کی صدائیں اور کچھ مخالف نعرے محفوظ ہیں جنہیں مصلحت وقت نے ہر امکانی وقت سے دبانا چاہا۔ پہلے انصار کی مدح سرائی کی گئی پھر ان کی رائے میں افتراق ڈالا گیا اور جب کسی حد تک رہ و براہ ہو گیا تو حرب و ضرب قتل و احراق کی نوبت آ گئی اور اس طرح پہلی بیعت کا معاملہ طے ہوا اور لوگ مسجدِ رسولؐ کی طرف یوں چلے جیسے کسی عروس کو گھر لے جاتے ہیں۔

امام کی قربانی

حضرت علی علیہ السلام کو ان خفیہ ریشہ دوانیوں کا بھی علم تھا جو

حیات رسولؐ سے ہو رہی تھیں اور ان واضح اقدامات کا بھی علم تھا جو وفات رسولؐ کے غنیمت موقع پر کئے جا رہے تھے۔ امام کے لئے ممکن تھا کہ جہاد کر کے اپنے جائز حق کو حاصل کر لیں لیکن آپ نے بقاء اسلام اور حفظ احکام کی خاطر اپنی ذات کو قربان کر دیا۔

اِمام کا اِحتجاج

حضرت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے نزاکتِ وقت کا خیال کرتے ہوئے یہ مناسب خیال کیا کہ حکومت وقت کو کسی حد تک محسوس کرا دیا جائے کہ وہ قطعی حق پر نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ میری خاموشی سے وہ مکمل طریقہ پر ناجائز فائدہ اٹھالے اور آئندہ آنے والی نسلوں کو صحیح مرکز کا پتہ نہ چل سکے۔ اس لئے آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمھاری دلیل قرابت ہے تو میں اقرب رسولؐ سے زیادہ ہے اور اگر تمہارا برہان شوریٰ ہے تو یہ کیسا مشورہ تھا کہ جسمیں اہل فکر موجود نہ تھے۔

ناگہانی بیعت

ظاہر ہے کہ یہ بیعت ایسی ناگہانی تھی جس سے بقول حضرت عمرؓ سوائے شر و فساد کے کوئی اور توقع نہ تھی اس لئے انھوں نے دوبارہ ایسے اقدام سے منع کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے اس بیعت کے

شروفساد سے بچالیا حالانکہ انصار کا کہنا یہ تھا کہ شکر یہ اسی امام کا ادا کیا جائے جس کی خاموشی سے یہ شر و فساد ظاہر نہ ہو سکا۔ اسلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اور اسے دوام وثبات کی سند حاصل ہو گئی۔

موردِ استخلاف

آہ! آہ! اس نامسعود ساعت کو جس میں حضرت ابوبکرؓ نے خلافت، حضرت عمرؓ کے سپرد کی۔ تعجب بالائے تعجب۔ انسان زندگی بھر استغنا ظاہر کرے اور چلتے وقت اس طرح دوسرے کے حوالے کر جائے کہ گویا اس کی ذاتی ملکیت یا پدری میراث ہے۔

حیف صد حیف ہے! اس ثقلِ اکبر۔ سفینۂ نجات۔ باب حطہ امان اہلِ ارض۔ سہیم قرآن کے حق کو نظر انداز کر دیا گیا۔ جس کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح کی تھی اور جس کے اتباع کو نجات کا ضامن قرار دیا تھا۔

اساسِ کُلِ شریعت علیؑ خدا کی قسم

از علامہ فیضی

حریمِ قدس کی زینت علیؑ خدا کی قسم
مزاجدانِ رسالت علیؑ خدا کی قسم

ندیمِ انجمنِ حق، رفیقِ بزمِ رسولؐ
انیسِ جلوت و خلوت علیؑ خدا کی قسم

سوادِ کعبہ بھی ہے جس کے نور سے روشن
وہ تاجدارِ ولایت علیؑ خدا کی قسم

علیؑ سے ہے بشریت کا اوج پر اعزاز
بشر کی ہے بشریت علیؑ خدا کی قسم

علیؑ جو حق کیلئے ہے تو حق علیؑ کیلئے
ہے ذاتِ حق کی نیابت علیؑ خدا کی قسم

حرم کا نور، نبیؐ کا وقار، دیں کا جمال
اساسِ کُلِ شریعت علیؑ خدا کی قسم

پیمبرانہ عمل سے بسی ہوئی خوشبو
شبیہِ خُلقِ نبوت علیؑ خدا کی قسم

وہ خانوادۂ ہاشم کی آبرو کا گہر
شرافت اور نجابت علیؑ خدا کی قسم

وہ داستانِ حرم جس کو ہم سمجھ نہ سکے
ہے اس کی اصل حقیقت علیؑ خدا کی قسم

وہ جس کے رُخ کی طرف دیکھنا عبادت ہے
وہ آفتابِ امامت علیؑ خدا کی قسم

وہ جس نے نزع میں فزتُ بربِّ کعبہ کہا
وہ افتخارِ شہادت علیؑ خدا کی قسم

برزم گہ اسداللہ بسجدہ سوز و گداز
یہ بزم ہیکرِ حکمت علیؑ خدا کی قسم

علیؑ کا نام ہے معراجِ اتقا کی دلیل
زبانِ رشد و ہدایت علیؑ خدا کی قسم

کریمؑ عشرۂ محشر تو ہیں رسولؐ کریم
شفیعِ روزِ قیامت علیؑ خدا کی قسم

جلو میں جس کے ہیں فیضی یہ رہروانِ طریق
وُہ پیشوائے طریقت علیؑ خدا کی قسم

جناب فاطمہ زہرا۔ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت رسول خداؐ کی زندگی کے آخری لمحات!

کتاب سیدہ طاہرہؑ کے صفحہ ۴۴ و ۴۵ پر بحوالہ روضتہ الاحباب اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت رسولؐ کو یقین ہو گیا کہ اب ان کی زندگی صرف چند لمحوں کے لئے ہے تو آپ نے اپنے عزیزوں کو پاس بلا کر ان سے رخصت ہونا شروع کیا۔ جناب فاطمہ زہرؑ کو اپنے سینے سے لگا کر بہت روئے اور روتے روتے جب خاموش ہو گئے اور دیر تک ان کو سینہ سے لگائے آنکھیں بند کیے رہے تو بعض لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ حضرت کی روح جسدِ مبارک سے پرواز کر گئی ہے اور جب جناب فاطمہ زہراؑ نے باآوازِ بلند رونا شروع کیا تو آنحضرتؐ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ بیٹی مت رو اس لیئے کہ تیرے رونے سے آسمان پر ملائکہ روتے ہیں۔ یہ فرما کر حضرت رسولؐ نے جناب سیدہ کے چہرے سے خود آنسو پونچھے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی خداوندا سیدہؑ کو میری جدائی میں صبر عطا فرما۔ اس کے بعد پھر آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے پوچھا کہ بابا کیا آج آپ پر زیادہ تکلیف ہے تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹی آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہ رہے گی پھر حضرت نے حسنؑ اور حسینؑ کو قریب بلوایا۔ اس وقت حضرتؐ

کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ امام حسنؑ نے حضرتؐ کے چہرہ پر اور امام حسینؑ نے حضرتؐ کے سینہ پر اپنا سر رکھ دیا۔ حضرت رسول خداؐ نے اپنے دونوں شاہزادوں کو سینہ سے لپٹا لیا۔ ان کے بوسے لئے۔ ان کے بالوں کی خوشبو سونگھی اور ان کی محبت اور تعظیم کے متعلق حاضرین کو وصیت فرمائی۔

حضرت رسولؐ خدا کی حضرت علی علیہ السّلام کو آئندہ آنے والے زمانہ اور حالات سے نمٹنے کے لئے وصیّت

تاریخ احمدی کے صفحہ نمبر ۹۹ اور ۱۰۰ پر بحوالہ مدارج النبوۃ لکھا ہے کہ جب حضرت رسولؐ خدا کی طبیعت بالکل خراب ہو گئی اور آپ کو یقین ہو گیا کہ اب میرا جینا مشکل ہے تو حضرت علیؑ کو قریب بلایا اور جب وہ حضرتؐ کے قریب آئے تو آپ نے بستر سے اپنا سر اٹھایا اور حضرت علیؑ کے بازو پر رکھ کر سہارا لیا پھر فرمایا یا علیؑ میں نے لشکر اسامہ کی تیاری کے لئے فلاں یہودی سے اتنا روپیہ قرض لیا ہے۔ اس کو ضرور ادا کر دینا۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ اے علیؑ میرے بعد تم پر بہت سے مصائب نازل ہوں گے۔ لیکن تنگدل نہ ہونا اور صبر سے کام لینا۔ اور جب دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا ہے تو تم دین کو اختیار کرنا۔ یہ کہتے

رہتے حضرت کی حالت متغیر ہو گئی اور ایسی حالت میں شمع رسالت ہمیشہ
کے لئے خاموش ہو گئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون رضینا بقضائہ و تسلیماً لامرہ ٥

رسولِ خدا کا اپنی ذریت کیساتھ مسلمانوں کے بُرے سلوک پر رونا اور اپنی زندگی میں اس کی پیشگوئی کرنا

کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہراؑ کے ص۱۵۰ و ص۱۵۱ پر بروایت امالی عبد اللہ ابن عباس سے روایت لکھی ہے کہ حضرت کی بیماری کے زمانے میں ایک روز پیغمبرؐ خدا اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ حاضرین نے پوچھا کہ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی ذرّیت اور اُن کے ساتھ ہونے والے سُلوک پر روتا ہوں جو اشرار امت میرے بعد ان سے کریں گے۔ گویا کہ میں اپنی بیٹی کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے بعد اس پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ اور وہ مجھے یاد کر کے بابا کہہ کر رو رہی ہے اور میری اُمّت میں سے کوئی مدد نہیں کرتا۔ گویا میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس کے گھر کی حرمت ضایع کی جا رہی ہے اور اسے ذلیل کیا جا رہا ہے۔ اس کا پہلو مجروح کیا گیا ہے اس کا حمل ساقط ہوا ہے۔ اس کا حق غصب کر لیا گیا ہے اور وہ میری میراث سے بھی

ممنوع اور محروم کر دی گئی ہے۔ حضرت کی زبان سے یہ کلمات سُنکر جناب صدیقہ طاہرہ ؑ بھی رونے لگیں تو پیغمبر ؐ خدا نے فرمایا کہ اے میری بیٹی اور اے میری پارہ جگر مت رو۔ جناب فاطمہ ؑ زہرہ نے عرض کیا کہ بابا میں اپنی مصیبتوں پر نہیں روتی بلکہ آپ کی جُدائی پر روتی ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ اے بیٹی غم نہ کھا اس لئے کہ میرے اہلبیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی تو جناب فاطمہ زہرا ؑ نے حضرت سے یہ سُنا تو رونا موقوف کر کے تبسّم فرمایا۔

بوقتِ وفات سرورِ کائنات ؐ کا علی ؑ سے

راز کی باتیں کرنا

تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۱ پر بحوالہ قصائص نسائی لکھا ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضؓ سے روایت ہے کہ قسم خدا کی قریب ترین مردم بوقت وفات حضرت سرورکائنات علی ؑ ابن ابی طالب ہیں۔ وقت وفات حضرت رسول ؐ علی ؑ سے بطور سرگوشی کچھ راز کی باتیں کر رہے تھے۔ پس علی ؑ ہی وہی شخص ہیں جو رسول ؐ مقبول کے آخر وقت سب سے زیادہ آنحضرت ؐ سے قریب تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ؐ نے وفات پائی تو وہ علی ؑ کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تاریخ اسلام کا سب سے بڑا تنازع اور اختلاف

جو رسولؐ مقبول کے زمانہ مرض میں واقع ہوا

آپ وصیت کیلئے قلم اور دوات مانگتے رہے

اور حضرت عمرؓ اور اُن کے ہمنواؤں نے نہیں دیا

کتاب سوانح عمری فاطمہ زہراؑ مولفہ منظفر علیخاں صفحہ نمبر ۲۹۳ میں بروایت عالم اہلسنت علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب "ملل ونحل" میں لکھا ہے اور یہی بات بجنسہ تاریخ احمدی کے صفحہ ۹۹ پر درج ہے کہ پہلا تنازع اور اختلاف جو رسول مقبول کے زمانہ مرض پر واقع ہوا وہ تھا جس کو صحیح بخاری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن عباس سے یوں روایت کی ہے کہ جب رسولؐ خدا کے مرض میں زیادتی ہوئی تو رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ مجھے دوات اور کاغذ دو تاکہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ ایسا لکھ دوں کہ جسکی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے کہا کہ پیغمبر صاحب غلبہ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں ہمیں کسی تحریر کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ جب اس بات پر شور وغل ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم لوگوں پر لازم نہیں کہ میرے حضور میں تنازع اور اختلاف کرو۔ اس بات کو یاد کرکے ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھی وہ اختلاف، جس نے

ہمارے اور پیغمبر صاحب کی تحریر میں حائل ہو کر آنحضرت کو کتابت سے باز رکھا (یعنی وصیت تحریر نہ کرنے دی)

حضرت رسول خدا کی تجہیز و تکفین

چوں صحابہ حبّ دنیا داشتند
مصطفٰے را بے کفن بگذاشتند

(مولانا روم)

اہلسنت کے مولوی جناب خلیل احمد صاحب حنفی نے اپنی کتاب ہدایت الرشید کے صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت روز وفات سے تین دن کے بعد دفن ہوئے۔ صحابۂ کرام نے انتظام خلافت کو مقدم کر دیا اور کفن و دفن رسولؐ کو موخر کر دیا۔

تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۱ پر بحوالہ تاریخ ابوالفدا لکھا ہے کہ آنحضرت نے دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا لیکن دفن رسولؐ کی نسبت اختلاف ہے کہ آپ منگل کو دفن ہوئے یا بدھ کے دن لیکن بدھ کے دن والی روایت صحیح تر ہے۔

جناب علامہ حسین دیار بکری نے جو مشہور علمائے اہلسنت میں سے ہیں اپنی تاریخ خمیس میں بروایت محمد ابن اسحاق تحریر فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے دوشنبہ کو وفات پائی اور شب چہار شنبہ کو دفن ہوئے۔

تجہیز و تکفین رسول خدا کے وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ موجود نہ تھے

اہلسنت کے مشہور عالم جناب ملا علی متقی صاحب نے اپنی کتاب کنز العمال میں بہ ذیل خلافت ابوبکر جلد سوم مطبوعہ حیدرآباد صفحہ نمبر ۱۴۰ میں تحریر فرمایا ہے کہ پیغمبر صاحب کے دفن کے وقت حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ موجود نہ تھے بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مرحلہ میں مشغول تھے اور قبل اس کے کہ یہ وہاں سے فارغ ہو کر واپس آئیں حضرت رسولؐ خدا دفن ہو چکے تھے۔

چوں صحابہ حب دنیا داشتند
مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند
(مولانا روم)

ایک عجیب نقشہ

کتب اہلسنت مجمع البحار گجراتی جلد ۳ انسبت فلتہ روضۃ الاحباب صفحہ ۲۵ و ہدایت الرشید صفحہ ۱۵۱ اور نہایت العقول مصنفہ امام فخر رازی و استیعاب جلد دوم صفحہ ۶۶۶ پر درج ہے کہ ابو ذیب کہتا ہے کہ حضرت رسول کی رحلت کے بعد ہم جو مسجد نبویؐ میں آئے تو دیکھا

خالی پایا۔ مکان کے اندر سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ آنحضرت کی نعش مبارک لٹائی ہوئی تھی صرف آپ کے اہل و عیال آپ کے پاس تھے میں نے پوچھا کہ مسلمان کہاں ہیں تو معلوم ہوا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے ہیں پھر میں سقیفہ میں گیا تو وہاں میں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور ایک جماعت قریش کو موجود پایا۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سقیفہ میں موجود رہنے کی ایک خاص وجہ تھی جسکو علامہ شبلی نعمانی صاحب ہی جانتے تھے

اہلسنت کے مشہور عالم اور زمانہ حال کے محقق جناب شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی صاحب نے الفاروق میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھیوں نے عمداً حضرت رسولؐ خدا کے کفن دفن پر نصب خلافت کو اس لئے مقدم کیا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو منافقوں سے اسلام کے لئے خطرہ تھا اور اسی لئے وہ کفن و دفن رسولؐ میں شرکت نہیں کر سکے۔

کن کن لوگوں نے رسولؐ خدا کی تجہیز تکفین کی

اہلسنت کی تاریخ ابن الوردی میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے غسل کے متولی حضرت علیؑ۔ حضرت عباسؓ۔ حضرت قثمؓ۔ حضرت

ابن عباسؓ حضرت اسامہؓ و حضرت شقرانؓ تھے۔
حضرت عباسؓ و حضرت فضلؓ آنحضرت کو پھیرتے تھے۔ حضرت
اسامہؓ و شقرانؓ پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام غسل
دیتے تھے۔

تجہیز و تکفین کے متعلق آنحضرت کی حضرت علیؑ کو

ایک مخصوص وصیّت کرنا

تاریخ احمدی مولفہ نواب بہریانوال صفحہ نمبر ۱۰۲ پر بحوالہ تاریخ الخمیس و طبقات ابن سعد لکھا ہوا ہے کہ آنحضرت کو غسل دیتے وقت حضرت علی علیہ السلام کے سوا حضرت عباسؓ و حضرت فضل وغیرہ جو حضرت کے غسل میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ شریک تھے سبھوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ پیغمبر خداؐ نے مجھ سے وصیّت فرمائی ہے کہ اگر آنحضرت کو غسل دیتے وقت میرے سوا کوئی دوسرا آنحضرتؐ کے جسد مبارک کی طرف دیکھے گا تو وہ نابینا ہو جائے گا۔

آنحضرت کی نعش مبارک کو غسل دیتے وقت

جو جملے حضرت علی علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوئے

آنحضرت کی وفات کا حادثہ حضرت علیؑ کے لئے حد درجہ روح فرسا اور المناک تھا مگر آپ نے اس نازک موقعہ پر جس معیاری صبر اور مثالی قرار کا ثبوت دیا وہ آپ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے جو آنحضرت کے نعش مبارک کو غسل دیتے وقت آپ کی زبان پر جاری ہوئے۔ "میرے ماں باپ نثار یا رسول اللہ آپ کی وفات سے ایسی باتیں ختم ہو گئیں جو کسی اور کے مرنے سے نہیں ہو سکتی تھیں نبوت کا سلسلہ جاتا رہا۔ غیب کی خبریں بند ہو گئیں۔ آسمانی پیام رک گئے۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی تو دوسروں کی ضرورت نہ رہی اور مل بیٹھے تو تمام انسان ایک سطح پر کر دئیے۔ آپ نے خاموشی کا حکم نہ دیا ہوتا اور نہ تڑپنے سے روکا نہ ہوتا تو میں اپنی آنکھوں کے آنسو ختم کر دیتا اور یہ سانحہ جاں لیوا اور غم جاں فرسا ہونے کے بعد اپنی تاثیر ختم نہ کرتا اس کے بعد بھی آئے آنسو پلٹنا کے اور نازل شدہ غم ہٹانا ناممکن نہیں، میرے ماں باپ صدقے ہمیں بھی اپنے پروردگار کے سامنے یاد کر لیجئے گا اور ہمیں بھی ذہن میں رکھئے گا کتاب علی ابن ابی طالب صفحہ نمبر ۱۶۳ ارمان سرحدی ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز

تاریخِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ

جس نے آج تک مسلمانوں کو بےچین کر رکھا ہے

سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی

مدینہ کے انصار دو قبیلوں میں منقسم تھے پہلے قبیلے کا نام اوس اور دوسرے کا نام خزرج تھا۔ خزرج قبیلہ والے تعداد کے لحاظ سے زیادہ تھے ان کے رئیس قبیلے کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ ان کا مکان مدینہ شہر سے دو میل کے فاصلہ پر تھا اسی مکان کے متصل نشست کے لئے ایک سائبان بنا ہوا تھا جس کو سقیفہ بنی ساعدہ کے نام سے لوگ جانتے تھے۔ اکثر لوگ یہاں آکر بیٹھتے تھے اور اس وقت کے مطابق ہر اچھی و بُری باتوں پر گفت گو کیا کرتے تھے۔

جب آنحضرتؐ کی وفات کا اعلان ہوا تو انصار اسی نشست گاہ میں جمع ہوئے اور اچانک یہ گفت گو چھڑ گئی کہ رسول اللہؐ کے بعد خلافت کس قبیلے کو ملنی چاہیئے اور کچھ دیر بحث کرنے کے بعد سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ خلافت انصار کا حق ہے۔ رئیس خزرج سعد بن عبادہ بیمار تھے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے ان کی رائے طلب کی گئی تو انھوں نے آہستہ آہستہ نحیف آواز میں تقریر کی جس کو بلند آواز میں ان کے بیٹے نے حاضرین کے کانوں تک پہنچایا۔

سعد کی تقریر کو سب نے پسند کیا اور سب بول اٹھے کہ ہم تم کو امیر بناتے ہیں کیونکہ تم ہمارے مسلمہ سردار ہو اور مسلمانوں کی نظر میں مقبول ہو۔ کچھ لوگوں نے سوال کیا کہ اگر مہاجرین اس رائے سے متفق نہ ہوں اور قرابت رسولؐ اور تقدیم فی الاسلام وغیرہ کے دلائل پیش کریں تو پھر ہمارے پاس کیا جواب ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ اس وقت ہم یہ تجویز پیش کریں گے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو اور اس سے کم پر ہم ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ اس تجویز کو سنکر سعد نے کہا یہ تجویز کمزوری کی پہلی دلیل ہے۔

اس کارروائی کی اطلاع حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو اس حجرے میں پہونچائی گئی جہاں پر حضرت علیؑ حضرت عباسؓ۔ حضرت فضل و قثم بن عباس وغیرہ موجود تھے اور رسول اللہؐ کے غسل و کفن کی تیاری میں مشغول تھے لیکن مخبر نے نہایت رازدارانہ انداز میں صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حجرے سے باہر بلاکر حقیقت حال سے مطلع کیا۔ کسی دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اس چیز کو صیغۂ راز میں رکھا اور بغیر کسی سے کچھ کہے سنے انتہائی تعجیل کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں ابوعبیدہ۔ عاصم بن عدی، اور عویم بن ساعدہ ملے جو ساتھ ہو لئے۔ وہ مخبر بھی آخری لمحات تک قابل اعتماد ثابت ہوا جس نے اس بات کو حضرت علیؑ اور دیگر بنی ہاشم سے چھپایا۔

ابوعبیدہ شریک کار بن گئے اس لئے یہ کارروائی مکمل ہونے

تک ایک راز سربستہ ہی رہی۔

سقیفہ بنی ساعدہ کے مباحثوں میں جو اس وقت خلافت کے سلسلہ میں ہو رہے تھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ خود شریک ہو گئے۔

تاریخ اسلام کا پہلا مناظرہ سقیفہ بنی ساعدہ میں

حصول خلافت کیلئے اپنی اپنی حمایت میں دھواں دھار تقاریر!

اُس وقت جو تقریریں سقیفہ میں ہوئیں وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوبکرؓ نہایت وقار اور سنجیدگی کے ساتھ مہاجرین کی فضیلت بیان کرتے ہیں ان کے کارناموں کی مدح وثنا فرماتے ہیں اور تقریر کو اسی جملے پر ختم کرتے ہیں کہ

الائمۃ من القریش (امام قریش سے ہوں گے)

ہم امیر ہوں اور تم وزیر، بغیر تمہارے مشورے کے معاملات طے نہیں کئے جائیں گے۔

حباب بن منذر اے جماعت انصار! خلافت کو تم اپنے ہاتھ میں لو۔ یہ سب لوگ تمہاری حمایت میں ہیں کسی کو یہ جرأت نہیں کہ تمہاری مخالفت کر سکے تم اہل ثروت اور جنگجو ہو۔ تمہاری تعداد اور قوت زیادہ ہے سب کی نگاہیں تمہاری

طرف لگی ہوئی ہیں۔ آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمھاری رائے کمزور ہو جائے گی اور مقصد میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔

اگر مہاجرین کو انکار ہے تو ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک ان میں سے۔

حضرت عمرؓ یہ ناممکن ہے۔ دو تلواریں ایک نیام میں جمع نہیں ہو سکتیں بخدا عرب ہرگز اس بات کو نہ مانیں گے کہ تم ان پر حکومت کرو۔ جبکہ اُن کے نبی تمھارے علاوہ دوسرے قبیلے کے ہوں۔ ہاں البتہ عربوں کو اس قبیلے کی حکومت تسلیم کرنے میں تامل نہ ہوگا جس میں نبوّت تھی۔ محمدؐ کی حکومت اور امارت میں کون ہم سے تنازعہ کر سکتا ہے اسے سب ہی نے تسلیم کیا۔ اُن کے بعد اب ہم ان کے ولی اور خاندان والے اس کے مستحق ہیں۔ صرف جو گمراہ ہو گا۔ گنہگار ہو گا وہی اس تجویز کی مخالفت کرے گا۔ اور کوئی نہیں کر سکتا۔

حباب بن منذر اے گروہ انصار! تم ہرگز اُس شخص کی اور اس کے ہمراہیوں کی بات نہ مانو یہ تمھارا حصہ بھی ہضم کرنا چاہتے ہیں اگر یہ لوگ ہماری تجویز نہ مانیں تو ان سب کو اپنے علاقوں سے خارج البلد کر دو۔ اور تمام امور کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لو۔ میں اس تمام کارروائی کے تصفیہ کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہوں اور میں ابھی کاٹ چھانٹ کر اس کا فیصلہ کر لیتا ہوں۔

حضرت عمرؓ اے گروہ انصار اگر ایسا کرو گے تو اللہ تم کو

ہلاک کر دے گا۔

حباب بن منذر حضرت عمر کی طرف اشارہ کر کے۔ بالکل تم مارے جاؤ گے۔

ابو عبیدہ اے گروہ انصار! تم نے سب سے پہلے دین کی حمایت کی اور اب یہ نہ ہو کہ سب سے پہلے تم ہی دین کی بات بگاڑ دو۔

بشیر جہاد اور دین اسلام کی خدمت سے ہمارا مقصد صرف اپنے پروردگار کی رضامندی اور اپنے نبیؐ کی اطاعت تھی اے گروہ انصار! سن لو کہ محمد صلعم اہل قریش تھے لہٰذا ان کی قوم اس امارت کی زیادہ مستحق اور اہل ہے۔ میں ان سے اس معاملے میں کبھی تنازع نہیں کروں گا۔ تم بھی اللہ سے ڈرو۔ ان کی مخالفت نہ کرو۔

حضرت ابو بکرؓ (اتحاد اور یکجہتی کے فضائل بیان کرنے کے بعد) یہ عمرؓ اور ابو عبیدہ موجود ہیں ان میں سے جسے چاہو امیر بنالو۔

حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ (ایک زبان ہو کر) تمہاری موجودگی میں ہم ہرگز اس منصب کو قبول نہیں کریں گے کیونکہ تم مہاجرین میں سب سے بزرگ ہو تم اپنا ہاتھ بیعت کے لئے لاؤ! یہ کہکر حضرت عمرؓ بڑھے اور حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر ابو عبیدہ نے بیعت کی اور اس کے بعد انصار کی جماعت سے سب سے پہلے بشیر بن سعد نے بیعت کی۔

حباب بن منذر اے بشیر! چھوڑنے والے نے تجھے چھوڑ دیا

کس نے تجھے اس امر پر مجبور کیا کہ تو وہ کرے جو تو نے کیا۔ لہٰذا تو نے اپنے ابن عم سعد بن عبادہ پر حسد کیا۔

اسید بن حضیر اے قبیلہ اوس! ابوبکر کی بیعت کرنے میں جلدی کرو۔ اگر کہیں سعد بن عبادہ امیر بن گیا تو پھر ہمیشہ خزرج کو اوس پر فضیلت رہے گی۔ اور تم کو اس میں حصّہ نہیں ملے گا۔ چلو کھڑے ہو اور ابوبکرؓ کی بیعت کرو۔

حباب بن منذر (تلوار کھینچ لیتا ہے اور جب لوگ اس کی تلوار پکڑ لیتے ہیں تو وہ اپنی چادر لوگوں کے منہ پر مارتا ہے اور یہ کہتا ہے۔ اے گروہ انصار! گویا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری اولاد مہاجرین کی اولاد کے دروازوں پر کھڑی ہوئی بھیک مانگ رہی ہے اور وہ پانی بھی نہیں دیتے۔

سقیفہ کی کارروائی کے سلسلہ میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے ایک عجیب روایت!

بحوالہ کتاب علی ابن ابی طالبؑ جلد اول از پروفیسر سید اختر رضا زیدی صفحہ نمبر ۲۴۹ ناشر مکتبہ عدیل R. 141 شریف آباد کراچی جناب اختر نے یہ روایت تاریخ طبری سے نقل کی ہے۔

"ہر طرف سے آکر لوگ ابوبکرؓ کی بیعت کرنے لگے قریب تھا کہ "سعد ابن عبادہ،، کو روند ڈالتے اس پر سعد کے کسی آدمی نے کہا کہ

سعد کو بچاؤ۔ ان کو نہ روندو۔ عمرؓ نے کہا۔ اللہ اسے ہلاک کرے اس کو قتل کر دو۔ اور خود اُن کے سرہانے آکر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں تم کو روند کر ہلاک کرنا چاہتا ہوں سعد نے عمرؓ کی داڑھی پکڑلی عمرؓ نے کہا چھوڑ دو اگر اس کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو تمہارے منھ میں ایک دانت نہ رہے گا۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ عمرؓ خاموش رہو۔ اس موقع پر نرمی زیادہ سود مند ہے۔ عمرؓ نے سعد کا پیچھا چھوڑ دیا۔

سعد نے کہا کہ اگر مجھ میں اٹھنے کی بھی طاقت ہوتی تو میں تمام مدینے کی گلی کوچوں کو اپنے حامیوں سے بھر دیتا"

سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی

مُسلم اور غیر مُسلم محققین کی نظر میں

۱۔ ماخوذ از کتاب "اسپیرٹ آف اسلام"

از سٹر لوفرانسیسی محقق کی رائے

" اگر قرابت کے لحاظ سے خلافت اور تخت نشینی کا اصول علیؑ کے حق میں مان لیا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے پیدا ہی نہ ہوتے جنھوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں ڈبو دیا۔

۲۔ کتاب سکسس آف محمدؐ صفحہ نمبر ۱۶۵

از مسٹر ایرونگ عیسائی محقق کی رائے

" محمدؐ کی خلافت کے سب سے زیادہ اہل امیدوار علیؑ تھے جن کا

دعویٰ سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم اور جن کا حق سب سے زیادہ فطری تھا کیونکہ محمدؐ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے اور فاطمہؑ سے جو اُن کی اولاد تھی صرف وہی رسولؐ کی یادگار رہ گئی تھی۔

علامہ شبلی نعمانی مسلمان سیرت نگار کی رائے

بحوالہ کتاب الفاروق

یہ سچ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ آنحضرت کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ یہ بھی سچ ہے کہ انھوں نے سقیفہ میں پہونچکر خلافت کے باب میں انصار سے معرکہ آرائی کی اور اس طرح ان کوششوں میں مصروف رہے گویا ان پہ کوئی حادثہ پیش آیا ہی نہیں تھا یہ بھی سچ ہے کہ انھوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علیؑ سے بزور منوانا چاہا کہ بنی ہاشم نے آسانی سے اُن کی خلافت تسلیم نہیں کی۔

کتاب اہلیمنٹس آف جنرل ہسٹری صفحہ ۲۲۹

اَز آنریبل مسٹر ٹائیلر کی رائے

"محمدؐ نے خود اپنے داماد علیؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیا تھا لیکن آپؐ کے خسر ابوبکرؓ نے لوگوں کو اپنی سازش میں شریک کر کے خلافت پر قبضہ کر لیا۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینکا کی رائے

انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ "رسول کے بعد اسلام کی سرداری اور پیشوائی کا دعویٰ علیؑ کے حق میں سب سے زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا۔

ڈیون پورٹ جس نے سقیفہ کے انتخاب کو ایک کھلی ہوئی سازش قرار دیا

جناب ڈیون پورٹ اپنی کتاب خلافت میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔" ایسے مکرر اور مشرح بیانات سے جو خدا اور رسولؐ کی طرف سے ہو چکے تھے امر خلافت کے متعلق ایک خاص مدت تک ہر قسم کا شک و شبہ جاتا رہا تھا مگر آخر میں سب کو مایوسی ہوئی کیونکہ بی بی عائشہؓ ابو بکر کی بیٹی اور آنحضرتؐ کی زوجہ ثانیہ نے کچھ ساز باز کر کے اپنے باپ کو لوگوں سے پہلے خلیفہ مقرر کرا لیا اور اس طرح ملک الموت کے انتظار میں آنحضرت کا عائشہ کے حجرے میں قیام خواہ آپؐ کی مرضی سے ہوا ہو، یا بی بی عائشہ کے حکم سے خصوصاً اُن کے حق میں مفید ثابت ہوا۔

جسٹس امیر علی کی رائے

" آنحضرت نے اکثر مرتبہ حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کرنے کا اشارہ

کیا تھا اگر کوئی ضابطہ مقرر نہیں فرمایا تھا اس بات سے ذاتی طمع اور فساد اسلام پر غالب آ گئی اور بعد کے زمانے میں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور مذہب میں رخنہ پڑ گیا۔ اگر اس وقت حضرت علیؑ خلیفہ بنا دیئے جاتے تو مسلمانوں میں تباہی انگیز خوں ریزیاں ظہور میں نہ آتیں"۔

مورخین کے یہ تبصرے پڑھنے کے بعد ہمیں ذرہ برابر خوشی حاصل نہیں ہوتی بلکہ شرم سے ہماری گردنیں جھک جاتی ہیں۔ لیکن کریں تو کیا کریں ہماری ہی کتابوں نے انھیں مواد بہم پہنچایا ہے اور ہم نے انھیں مسلح کیا ہے۔ مورخ ہو کہ محدث، سیرت نگار ہو کہ راوی، شیعہ ہو کہ سنی، مسلمان ہو کہ غیر مسلم، ایشیائی ہو کہ یورپین غرض ہر شخص جب سقیفہ کی المناک داستان پر تحقیق کی نظر ڈالتا ہے تو وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اس ڈرامے کو جو انھوں نے حصول خلافت کے سلسلے میں کھیلا اس کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ رسول اللہؐ کی لاش بے گور و کفن پڑی ہوئی تھی اور خلافت بٹ رہی تھی۔

خود مولانا شبلی نعمانی جیسا عقیدتمند اس منزل پر پہنچکر سر بگریباں نظر آتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہیں کہ جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو فوراً خلافت کی نزاع پیدا ہو گئی اور اس بات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے رسول اللہ کی تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کر لی جائے۔ کس کے قیاس میں آ سکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائیں اور جن لوگوں کو ان کے عشق و محبت کا دعویٰ ہو وہ

اُن کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جائیں اور اس بندوبست میں مصروف ہوں کہ مسندِ حکومت اور دوں کے قبضہ میں نہ آجائے۔ تعجب پر تعجب یہ ہے کہ یہ فعل اُن لوگوں سے سرزد ہوا جو آسمانِ اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں اس فعل کی ناگواری اُس وقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت سے فطری تعلق تھا یعنی حضرت علیؑ اور خاندانِ بنی ہاشم ان پر فطری تعلق کا پورا اثر ہوا اور اس وجہ سے اُن کو آنحضرت کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتوں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی۔

مغل بادشاہ اکبر اعظم کے دربار کا ملک الشعرا ملّا فیضی کی رائے

ملا فیضی اکبر اعظم کے دربار کے ملک الشعراء تھے اور تاریخ ادب فارسی کے مانے ہوئے ادیب بھی۔ آپ اپنے ایک شعر کے ذریعہ سقیفہ بنی ساعدہ پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں۔

امامے کہ روزِ وفاتِ پیمبر
خلافت گزارد بہ ماتم نشیند

فیضی جیسے جلیل القدر عالم نے تاریخ اسلام کو عمیق نظر سے مطالعہ کئے بغیر اس قسم کی رائے قائم نہیں کی ہو گی۔ آپ کے شعر سے بھی وہی مطلب نکلتا ہے جو مولانا شبلی نعمانی نے اپنی نثر میں لکھا ہے

ہم صرف علیؑ کی بیعت کریں گے

تاریخ احمدی صفحہ نمبر ۹۰ اپنے بحوالہ تاریخ کامل ابن اثیر تحریر ہے کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے اشخاص نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی مگر بعض انصار نے کہا ہم سوائے حضرت علیؑ کے اور کسی کی بیعت نہیں کریں گے جس میں بنی ہاشم کی ایک جماعت و نیز زبیر۔ مقداد۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ عمار یاسر اور براء بن عازب۔

جناب مقداد، سلمان فارسی۔ ابوذر اور عمار یاسر یہ وہ جلیل القدر صحابی رسول تھے جن کے بارے میں شیعہ و سنی دونوں کتب میں باکثرت احادیث رسولؐ موجود ہیں ان میں ایک صحابی جناب سلمان کے لئے جناب سرور کائنات نے یہاں فرمایا کہ سلمان میرے اہلبیت میں سے ہیں۔

سقیفہ بنی ساعدہ کی یہی تمام مندرجہ بالا کارروائی اور واقعات کہ کس طرح حضرت ابوبکرؓ وہاں خلیفہ بنے اور بھی بہت سی اہلسنت والجماعت کی کتابوں میں بالتشریح درج ہے جس میں ایک کتاب المرتضیٰ بھی ہے جسے ایک سنی عالم حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے لکھا ہے اس کے صفحہ ۵۵ پر بھی یہی تمام واقعات درج کئے ہیں جس کی مرضی ہو اصل کتاب دیکھکر اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔

خلافت کو استحکام صرف علیؑ کی بیعت سے حاصل ہوگا

حضرت عمرؓ | جب حضرت ابوبکرؓ لوگوں کی بیعت لینے سے

فارغ ہوئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے بیعت نہیں کی اور بنی ہاشم اور انصار میں سے سلمان فارسیؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ مقدادؓ اور عمار یاسرؓ نے بیعت نہیں کی ہے اور یہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کو خلافت کا حق دار سمجھتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے اس معاملہ میں حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب تک حضرت علیؑ آپ کی بیعت نہیں کرتے آپ کی خلافت کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے مناسب ہے کہ ان سے بھی کسی نہ کسی صورت سے بیعت لے لی جائے۔

حضرت عمرؓ کا حضرت علیؑ سے حضرت ابوبکرؓ کیلئے بیعت لینے کا انوکھا طریقہ

جس نے اسلام میں ایک ایسی خلیج ڈالدی جو آج تک بھر نہ سکی!

کتاب علی ابن ابی طالب مولفہ جناب پروفیسر اختر زیدی صاحب صفحہ نمبر ۲۶۰ اور ۲۶۱ میں بحوالہ علامہ ابن قتیبہ سے اس واقعے کی وہ جزئیات بیان کی ہیں جو غالباً دوسرے مورخین العمانہ کر گئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "ابوبکرؓ نے ان لوگوں کی خبر دریافت کی جو اُن کی بیعت سے تخلف کر کے حضرت علی کے پاس جمع ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس عمرؓ ابن خطاب کو بھیجا جب کہ وہ حضرت علی کے گھر میں تھے۔ عمرؓ نے لکڑیاں منگائیں اور کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں عمرؓ کی جان

نکل آؤ ورنہ میں اس میں آگ لگا دوں گا اور مع ان لوگوں کے جو اس میں
ہیں پھونک دوں گا۔ پس کسی نے کہا کہ اس گھر میں فاطمہ بھی تو ہیں۔
عمرؓ نے کہا ہوا کریں۔ تب وہ لوگ نکل آئے۔ لیکن حضرت علیؑ
گھر سے نہیں نکلے۔

عمرؓ نے خیال کیا کہ علیؑ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قران جمع نہیں کر لوں گا
ردا دوش پر نہ ڈالوں گا۔ جناب فاطمہؑ دروازے کے پاس آ کھڑی ہوئیں
اور کہا مجھے تم سے زیادہ بد تر قوم سے واسطہ نہیں پڑا۔ تم نے جنازہ
پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین ہمارے ہاتھوں میں چھوڑ دی اور اپنے کام کی کتر بیونت
میں لگ گئے ہم سے مشورہ نہیں لیا اور ہم کو ہمارا حق نہیں دیا۔ پس عمرؓ
(یہ کلام سنکر) ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کیا آپ اس شخص سے
(علیؑ سے) جو آپ سے پھرا ہوا ہے، بیعت نہ لیں گے۔ ابوبکرؓ نے اپنے
غلام قنفذ کو بھیجا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ قنفذ علیؑ کے پاس آیا۔
حضرت علیؑ نے پوچھا کیوں آیا ہے۔؟ قنفذ نے کہا آپ کو خلیفہ رسولؐ
بلاتے ہیں" علیؑ نے کہا کس قدر جلدی تم لوگوں نے رسول اللہؐ پر جھوٹ
باندھا ہے۔ قنفذ نے واپس آکر علیؑ کا پیغام ابوبکرؓ سے کہا اس پر
ابوبکرؓ دیر تک روئے پھر عمرؓ نے دوبارہ کہا کہ تم اس برگشتہ ہونے والے
سے بیعت میں ڈھیل نہ کرو۔ تب ابوبکرؓ نے قنفذ سے کہا" علیؑ کے پاس
دوبارہ جا اور اُن سے کہہ کہ امیر المومنین آپ کو بلاتے ہیں۔ آکر بیعت
کرو۔ قنفذ علیؑ کے پاس آیا اور خلیفہ کا پیغام بیان کیا۔ علیؑ نے باآواز
بلند فرمایا سبحان اللہ! کیا اچھا دعویٰ ہے جس کے متعلق اُسے حق حاصل
نہیں ہے۔ قنفذ واپس آیا اور علیؑ کا پیغام پہنچایا۔ پیغام سُنکر

ابوبکر بہت روئے۔ پھر عمرؓ اٹھے اور ان کے ساتھ ایک جماعت مسلح
لوگوں کی چلی جب فاطمہؑ نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں تو نوحہ
وشیون اور رو او یلا کرنے لگیں رو رو کر فرماتی تھیں کہ اے بابا اے
رسول اللہ ہم آپ کے بعد ابن الخطاب اور ابن ابی قحافہ کے ہاتھوں
یہ کیا مصیبتیں اٹھا رہے ہیں" اس تحریر کے بعد اب اس مضمون کو کتاب
"فاطمہ زہرا" کی سوانح عمری مرتبہ عالی جناب مظفر علی خاں صاحب کے اقتباس
سے آگے بڑھاتا ہوں۔ صفحہ ۲۷۲ پر درج ہے کہ

"جناب سیدہؑ چادر اوڑھ کر دروازے کے قریب آئیں اور حضرت
عمرؓ سے فرمایا کہ اے ابن خطاب یہ تمہاری کیسی زیادتی ہے کہ خلافت پر قبضہ
کرنے کے بعد اب تم ہمیں گھر میں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ کیا
میرے بابا نے تم سے ہماری نسبت یہی وصیت کی تھی جو تم ان کے بعد
ہمارے گھر میں آگ لگانے آئے ہو۔

عمرؓ نے یہ سنکر جواب دیا کہ میں ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔
تمام مسلمان ابوبکرؓ کی بیعت کر چکے ہیں اگر اس وقت علیؑ چلکر ابوبکرؓ
کی بیعت نہیں کریں گے تو ہم تمہارے گھر کو اور تم سب کو جو اس
گھر میں ہیں جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ اے قوم تم نے رسول اللہؐ کی نعش مقدس
ہمارے آگے چھوڑ کر امر خلافت کو باہم طے کر لیا اور ہمارے حق پر نظر
نہ کی (بحوالہ کتاب تاریخ احمدی صفحہ ۱۰۹)

اس کے بعد امام اہلسنت عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب
"الملل والنحل جلد اول مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے

ناراض ہو کر فاطمہ زہراؑ کے گھر میں آگ لگا دی اور دروازے کو گرا دیا۔ فاطمہ زہراؑ کے ایسی ضرب لگائی کہ جس کے صدمے سے آپ کی پسلی ٹوٹ گئی۔ آپ کا حمل بھی ساقط ہو گیا اور وہ بچہ جس کا نام حضرت رسولؐ خدا نے اپنی زندگی میں محسنؑ رکھا تھا وہ ضایع ہو گیا اور جناب فاطمہ زہراؑ ضرب کھا کر بیہوش ہو گئیں حالانکہ اس گھر میں اُس وقت علی مرتضےٰؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ موجود تھے۔

اہلسنت کے دوسرے عالم علامہ ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب الامامت والسیاست جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۹ اور جناب احمد ابو بکر جوہری نے بھی اپنی کتاب سقیفہ میں بہ سلسلہ بیعت ابو بکرؓ یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے زبانی ڈرانے میں اکتفا نہیں کی بلکہ انھوں نے فاطمہؑ زہرا کے گھر میں آگ بھی لگا دی تھی"۔

الغرض بنی ہاشم کو اس ہنگامہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے اور آمادہ بہ جنگ ہوئے لیکن حضرت علی علیہ السلام نے وصیّت رسولؐ کا خیال کر کے ان کو ہتھیار چلانے سے منع کر دیا اور خود طوعاً و کرہاً ان لوگوں کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس تشریف لے گئے جب کہ ان لوگوں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر بزعم خود ان کو گرفتار کر لیا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہونچکر جو گفتگو حضرت علیؑ اور حضرت ابو بکرؓ وغیرہ سے ہوئی اس کو آپ اگلے باب میں بصورت مکالمہ پڑھیں۔

اس اسلامی تاریخ کے مشہور واقعہ کو بہ استثنا ئے چند قریب قریب سبھی اہلسنّت مورخ نے اپنی اپنی کتابوں میں بہ تفسیر الفلا

درج فرمایا ہے ان میں سے چند معتبر کتاب اہلسنت کے نام پیش کرتا ہوں۔

۱۔ الفاروق صفحہ نمبر ۱۷ مصنفہ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی
۲۔ تحفہ اثنا عشری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۹۴ مصنفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی
۳۔ المرتضی مطبوعہ امرتسر صفحہ ۴۵ مصنفہ حافظ عبدالرحمٰن
۴۔ رویائے صادقہ صفحہ ۱۵۲ مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی
۵۔ حل تحقیق مطبوعہ جعفری لکھنؤ صفحہ ۳۳۲ مولوی وحیدالدین
۶۔ استیعاب جلد اول مطبوعہ حیدرآباد دکن مصنفہ امام عبدالبر
۷۔ ازالۃ الخفا مترجم اردو مقصد دوئم ماثر ابوبکر رض مطبوعہ لاہور وغیرہ
۸۔ اس کے علاوہ انگریز مصنفین نے بھی اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں بھی درج کیا ہے۔

۱۔ تاریخ اسلام انگریزی صفحہ ۸۳ مصنفہ مسٹر اوکلی
۲۔ لکسرز آف محمدؐ مولفہ واشنگٹن ارونگ صفحہ ۴ مطبوعہ جارج بل اینڈ لندن۔
۳۔ ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر۔ مولفہ گبن مطبوعہ فریڈرک اینڈ کمپنی لندن جلد سوم صفحہ ۵۱۹

حضرت علی اور حضرت ابوبکر کا مسئلہ خلافت پر بیعت کرنے پر ایک عجیب مکالمہ

حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھی بزعم خود حضرت علیؑ کو گرفتار کر کے

برائے بیعت حضرت ابوبکرؓ کے پاس لائے تو آپس میں جو گفت گو ہوئی اس کو بھی آپ اب کتب اہلسنت سے ملاحظہ فرمائیے۔ اس گفتگو کو علماء اہلسنت والجماعت میں سے بہت سے حضرات نے تحریر کیا ہے۔ انھیں کتابوں کے حوالہ سے جناب سید سجاد حسین صاحب فتحپوری نے اپنی کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہرا میں مکالمہ کی صورت میں پیش کیا ہے جس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

جس وقت حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بغرض بیعت جبراً وقہراً لائے گئے اور جو گفتگو آپس میں ہوئی وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت علیؑ:۔ مجھے یہاں کس لئے بلایا گیا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ آپ یہاں اس لئے بلائے گئے کہ جس طرح اور لوگوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے آپ بھی مجھ سے بیعت کر لیجئے۔

حضرت علیؑ:۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کروگے جو خدا کا بندہ اور رسولؐ کا بھائی ہے۔

حضرت عمرؓ:۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپ خدا کے بندے ہیں لیکن اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ آپ رسولؐ کے بھائی بھی ہیں بہرحال آپ کو اس وقت ابوبکرؓ کی ضرور بیعت کرنی پڑیگی ورنہ آپ ضرور قتل کئے جائیں گے۔

حضرت علیؑ:۔ اے عمرؓ! تم لوگوں کا جو جی چاہے وہ کرو لیکن میں بیعت ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا بلکہ تم لوگوں کو لازم ہے کہ تم خود میری اطاعت اور بیعت کرو۔ (دیکھو کتاب الامامت والسیاست صفحہ ۱۱ الغایت ۲۲)

حضرت علیؑ کا یہ جواب سُنکر حضرت عمرؓ بہت برافروختہ ہوگئے اور حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہوکر کہنے لگے۔

حضرت عمرؓ:۔ (ابوبکرؓ سے) آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بیعت کرنے سے صاف طریقہ سے انکار کر رہے ہیں تو آپ ان کے قتل کا کیوں حکم نہیں دیتے کہ ہم انھیں قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے قصّہ پاک ہوجائے۔ حضرت عمرؓ کا یہ کلام سنکر جناب حسنینؑ علیہ السلام جو وہاں آگئے تھے اور اپنے پدر بزرگوار کے پاس عالم بے چارگی میں کھڑے یہ سب باتیں سُن رہے تھے بے اختیار ہوکر رونے لگے تو حضرت علیؑ نے ان کو سینہ سے لگاکر تسلی دی اور اس کے بعد آپ پیغمبرؐ خدا کی قبر کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

حضرت علیؑ:۔ (پیغمبر خدا کی قبر کی طرف مخاطب ہوکر)

"یا رسولؐ اللہ آپ دیکھتے ہیں کہ قوم نے مجھکو کتنا ضعیف کر دیا ہے اور قریب ہے کہ مجھ کو قتل کرادے"

یہ حال دیکھکر بریدۃ الاسلمی صحابی رسولؐ جو وہاں موجود تھے ان سے برداشت نہ ہوسکا۔ اور انھوں نے عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا۔

بریدۃ الاسلمی:۔ اے عمرؓ یہ کیا غضب ہے کہ تم برادر رسولؐ اور پدر فرزندان رسولؐ سے ایسی گستاخی کر رہے ہو حالانکہ تم قریش کے ایک معمولی آدمی ہو۔ تم کو یہ زیبا نہیں ہے کہ بہترین خلق کے ساتھ تم ایسا کلام کرو۔ کیا تم اور ابوبکرؓ غدیر خم کے مقام پر نہ تھے جبکہ پیغمبرؐ خدا نے تم دونوں کو بلکہ ہم سب سے بھی فرمایا تھا کہ جاؤ علیؑ کو بہ امارت مسلمین سلام کرو اور انھیں اس امر کی مبارکباد

دو۔ اور خود تم نے رسول اللہؐ سے پوچھا تھا کہ کیا یہ امر منجانب خدا ہے تو آنحضرت نے فرمایا تھا کہ ہاں منجانب خدا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ :۔ (بریدہ سے) یہ تو تم سچ کہتے ہو لیکن رسولؐ خدا نے یہ بھی تو فرمایا تھا کہ میں اپنا جانشین اور خلیفہ کسی کو مقرر نہیں کرتا جسے چاہے خود مقرر کر لینا۔

بریدۃ الاسلمی :۔ واللہ یہ غلط ہے۔ حضور سرور عالمؐ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا تھا۔ (یہ کہکر وہ بطور احتجاج یہ کہتے ہوئے اس جلسہ سے اٹھ کر چلے گئے کہ بخدا اگر تم لوگوں کی ایسی ہی حالت ہے تو میں ایسے شہر میں نہ رہوں گا۔ جہاں تم لوگ رہو۔ (دیکھو ناسخ التواریخ)

حضرت علیؑ :۔ (ابوبکرؓ سے) ارے یہ کیسا جھوٹ ہے جو تم بول رہے ہو۔ رسول اللہؐ نے یہ کب فرمایا تھا کہ میں اپنا جانشین اور خلیفہ کسی کو مقرر نہیں کرتا تم جس کو چاہے خود مقرر کر لینا۔ اے ابوبکرؓ تم کو مرنا نہیں ہے جو تم ایسی غلط بات حضرت رسولؐ کی طرف منسوب کر رہے ہو۔ کیا تم کو یہ بات یاد نہیں ہے کہ علیؑ میرا وارث اور وصی اور میری اُمت کا امیر ہے اور میرے بعد امام ہے اور کیا میں ہی وہ نہیں ہوں کہ جسے ابھی تین مہینہ بھی نہیں ہوئے کہ حضرت رسولؐ نے تم سبھوں کے سامنے تم غدیر کے مقام پر یہ کہکر کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ مجھے اپنا جانشین نہیں بنایا ہے؟ اور کیا میری ہی نسبت حضرت رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی؟ اگر تم ان سب باتوں سے انکار کرتے ہو اور اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت رسولؐ

نے مجھے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تو پھر تم اس بات سے تو انکار کر ہی نہیں سکتے کہ تم لوگوں میں مجھ سے زیادہ حضرت رسولؐ کا کوئی عزیز قریب نہیں ہے تو پھر جس طرح تم نے انصار پر پیغمبرؐ کی قرابت کو اپنے لئے وسیلہ قرار دے کر حجت تمام کی تھی اور ان کو قائل کر کے خلافت حاصل کر لی ہیں اسی طرح اب وہی حجت تم لوگوں کے مقابلہ میں پیش کرتا ہوں کہ میں رسول اللہؐ سے تم لوگوں سے زیادہ قریب تر ہوں اور تم لوگوں سے زیادہ ہر مصیبت کے وقت رسول اللہؐ اور اسلام کے بہت کام آیا۔ میں نے ہی سب سے پہلے رسول اللہؐ کی تصدیق کی۔ میں ہی صدیق اکبر ہوں۔ اور میں ہی ہمیشہ اشاعت اسلام میں رسول اللہؐ کا داہنا بازو بنا رہا بس اب تمہیں بھی چاہیئے کہ میری حجت کو قبول کرو۔ اور جس طرح انصار نے بوجہ قرابت رسولؐ تمہارے ساتھ انصاف کیا اسی طرح تم کو بھی لازم ہے کہ میرے ساتھ انصاف کرو اور حق سے منھ نہ موڑو۔ اور مجھ سے بیعت طلب کرنے کے بجائے مجھ سے بیعت کرتے جاؤ۔

(دیکھو کتاب روضۃ الاحباب اور کتاب الامامت والسیاست)

ابو عبیدہ جراح:۔ (حضرت علیؑ کی گفتگو سنکر) اے علیؑ! بیشک یہ تمام باتیں جو آپ نے فرمائیں بالکل سچ ہیں۔ ہمیں آپ کی کسی فضیلت سے انکار نہیں ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں۔ لیکن چونکہ ابھی آپ کا سن کم ہے اور اکثر اہل عرب کے قلوب آپ کی طرف سے صاف نہیں ہیں اور ان کی جانب سے آپ کی خلافت پر فتنہ و فساد پیدا ہونے کا

کا اندیشہ ہے اور ابوبکرؓ سن رسیدہ اور تجربہ کار ہیں اور زمانہ کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لئے ہم لوگوں نے ان سے بیعت کر کے ان کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ جب آپ کا سن شریف اس درجہ پر پہونچ جائے گا تو خلافت آپ کے سپرد کر دی جائے گی جسکے آپ ہر طرح سے مستحق ہیں۔ بلکہ بالفضل جس طرح اور اصحاب نے بہ اتفاق ابوبکرؓ کی بیعت کر لی ہے آپ بھی ان سے اتفاق فرمائیے اور مخالفت کر کے امت نبیؐ میں تفرقہ نہ ڈالئے۔

حضرت علیؑ:۔ (ابوعبیدہ سے مخاطب ہو کر) اے ابوعبیدہ! ایسی بات تم کو کہنا مناسب نہیں ہے جو حق کے منافی اور دیانت کے خلاف ہو۔ کم سنی کا جو عذر تم نے کیا ہے وہ ویسا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت داؤدؑ سے حضرت سلیمانؑ کی نسبت کیا تھا جبکہ انھوں نے بحکم خدا حضرت سلیمان کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ (جب حضرت داؤدؑ نے منجانب خدا حضرت سلیمانؑ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تو بنی اسرائیل نے جناب سلیمانؑ کی کمسنی کا عذر کر کے اس پر اعتراض کیا لیکن جناب داؤد نے فرمایا کہ مجھے خدا کا الٰہی پیغام ملا ہے اور میں اس کی مخالفت نہیں کر سکتا چنانچہ باوجود کمسن ہونے کے خدا کے حکم سے جناب داؤد کے بعد حضرت سلیمانؑ ان کے خلیفہ مقرر ہوئے۔)

پس اے ابوعبیدہ اپنے حال پر رحم کرو۔ اور جو بات صدق وصفا کے خلاف ہو زبان سے نہ نکالو۔ اور جو عزت جناب باری تعالٰے نے خاندان نبوت کو عطا فرمائی ہے اس کو دوسرے خاندان میں منتقل

کرنے کی کوشش نہ کرو۔ قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا۔ اس کے معانی اور نکات سے ہم واقف ہیں اور شریعت اور مصالح ملت کو دوسروں کی بہ نسبت ہم بہت زیادہ جاننے والے ہیں۔ امر خلافت ہمارے لئے ہے اور ہم اہلبیت ہی اس کے حقدار ہیں اور انتظام ملک و رعیت پروری کے انداز تم ہم سے زیادہ نہیں جانتے اور خدا اور رسولؐ کے جو احکام میرے بارے میں صادر ہوئے ہیں وہ مہمل اور بے موقعہ نہیں ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم خلافت پر متصرف ہو گئے تو ضرور حق سے تجاوز کرو گے کیونکہ تم ان چیزوں سے واقف نہیں ہو جنھیں جاننا چاہیئے۔

پس تم لوگوں کو لازم ہے کہ غلطی نہ کرو۔ اور اپنے نفس کی مطابقت سے پرہیز کرو۔ ورنہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

بشیر انصاری:۔ یا علیؑ! اگر آپ سقیفہ میں ہوتے تو غیر ممکن تھا کہ آپ کے سوا کسی دوسرے کی بیعت ہوتی۔ آخر آپ سقیفہ میں کیوں نہیں تشریف لائے۔

حضرت علیؑ:۔ اے بشیر! یہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم مسلمان ہوتے ہوئے مجھ پر اعتراض کر رہے ہو۔ کیا میں حضرت رسولؐ کی لاش کے ساتھ وہی بے پرواہی کرتا جو تم نے کی؟ میرے گھر میں تو حضرت رسولؐ کی وفات کے سبب سے ایک تہلکہ عظیم برپا تھا مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اپنے سردار و پیشوا کے لاشہ کو بے گور و کفن چھوڑ کر تم لوگوں کے ساتھ شریک ہوتا۔

(دیکھو روضۃ الاحباب جلد دوم صفحہ ۲۳)

حضرت ابوبکرؓ :۔ اے ابوالحسنؑ ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس امر میں اس قدر میری مخالفت و منازعت کریں گے تو میں ہرگز خلافت قبول نہ کرتا۔ اب چونکہ لوگوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے لہٰذا آپ کو یہی مناسب ہے کہ اس بیعت میں آپ بھی شامل ہو جائیے۔ اور اُمت کا شیرازہ نہ بکھیریئے۔

حضرت علیؑ :۔ اے ابوبکرؓ ! اپنے اوپر رحم کرو۔ حیلہ و حوالہ سے کام نہ لو اور نہ بہانے تراشو ورنہ خوب اچھی طرح سے یاد رکھو کہ ایک دن تمھیں اس کا جواب دینا ہو گا اور اس دن تمھاری ایک نہ چلے گی اور سوائے افسوس کرنے کے کچھ نہ بنے گا اور اس وقت کا افسوس کرنا تمھارے کچھ کام نہ آئے گا۔

اے ابوبکرؓ ! تم مجھ پر الزام رکھتے ہو کہ اگر میں تمھاری بیعت نہ کروں گا تو گویا میں اُمت کا شیرازہ بکھیروں گا حالانکہ اصل میں امت کا شیرازہ بکھیرنے والے تم لوگ ہو جو خدا اور رسولؐ کے حکم کے خلاف من مانی کر رہے ہو۔

حضرت عمرؓ :۔ اے علیؑ ! اب بحث مباحثہ بیکار ہے۔ جو کام ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو امر طے پانا تھا وہ پا چکا اب تو تمھیں بھی عام مسلمانوں کی طرح سے ابوبکرؓ کی بیعت کرنا پڑے گی ورنہ انکار کے عوض میں تمھیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

الغرض ادھر کی تو یہ حالت تھی کہ ابوبکرؓ و ابوعبیدہ وغیرہ حضرت علیؑ پر زور دے رہے تھے کہ آپ کو بھی مثل دوسرے مسلمانوں کے اس بیعت میں شامل ہو جانا چاہیئے اور حضرت علیؑ برابر اپنے حق کے متعلق دلائل

پر دلائل پیش کر رہے تھے اور حضرت عمرؓ برابر دھمکی پر دھمکی دے رہے تھے کہ اگر آپ اس وقت بیعت نہ کریں گے تو ضرور قتل کر دیئے جائیں گے اور حضرت ابوبکرؓ سے قتل علیؑ کا حکم بھی مانگ رہے تھے۔
بہرحال ادھر کا معاملہ تو آپ سر دست یہیں پر چھوڑ دیئے اور اب جناب فاطمہؑ زہرا کی طرف رُخ پھیر دیئے جو عمرؓ کے ظلم سے زخمی ہو کر بیہوش ہو گئی تھیں اور جنھوں نے دربار خلافت میں آ کر اس واقعہ کا رُخ پھیر دیا۔

جناب فاطمہ زہرا کا زخمی حالت میں

مجمع اصحاب میں آنا

کتاب جلال العیون کے صفحہ نمبر ۱۷۶ اور ۱۷۷ پر اس کے بعد کا جو واقعہ درج ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ جو عمرؓ کے ظلم سے زخمی ہو کر بیہوش ہو گئی تھیں اور حضرت علیؑ کے لے جائے جانے کے بعد جب وہ معصومہ ہوش میں آئیں اور انھیں معلوم ہوا کہ لوگ حضرت علیؑ کو زبردستی پکڑ کر ابوبکرؓ کے پاس لے گئے ہیں اور ارادہ قتل کا رکھتے ہیں تو آپ اسی حالت میں باحال پریشاں سر سے پاؤں تک چادر مثل برقعہ اوڑھ کر خود بہ نفس نفیس مجمع اصحاب میں تشریف لائیں جہاں ابوبکرؓ عمرؓ اور جناب علیؑ سے گفتگو ہو رہی تھی۔

حضرت عمرؓ کو حضرت علیؑ کے قتل سے

روکنے کے لئے جناب فاطمہؑ کا تنبیہہ کرنا

جناب فاطمہ زہراؑ نے جب وہاں جاکر انتہائی افسوسناک منظر یہ دیکھا کہ بار بار حضرت عمرؓ ابو بکرؓ سے حضرت علی کے قتل کی اجازت مانگ رہے ہیں تو آپ عمرؓ سے مخاطب ہوئیں۔ اور کہنے لگیں کہ اے عمرؓ! کیا تو مجھ کو بیوہ اور فرزندان رسولؐ کو یتیم کرنا چاہتا ہے؟ ہوش میں آ اور اب زیادہ ظلم نہ کر ورنہ

میں اپنا بال پریشاں اور گریباں چاک
کرتی ہوں اور پیغمبر کا پیراہن سر پر ڈال کر
خدا سے تم لوگوں کے لئے بد دعا کروں گی۔

اور جب اتنا کہنے کے بعد آپ نے دیکھا کہ ہوس اقتدار کے نشے میں چور غاصب خلافت پر کوئی اثر نہ ہوا تو آپ نے حسنین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر حضرت رسول اللہؐ کی قبر کی طرف چلنے کا قصد کیا اور کہا کہ اچھا اب میں باباؐ کی قبر پر تم لوگوں کے لئے بد دعا کرنے جا رہی ہوں اور یہ کہکر آپ وہاں سے روانہ ہو گئیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی ایک اہم روایت

سیدہؑ کے اتنا کہنے پر کہ میں بد دُعا کرونگی

زمین کو زلزلہ آگیا!

اس کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ ناقل ہیں کہ جس وقت جناب سیدہؑ بد دعا کرنے کے لئے روانہ ہوئیں اور انھوں نے دل میں بد دعا کرنے کا مستحکم قصد کر لیا تو اس وقت ایک زلزلۂ عظیم ظاہر ہوا اور ایسا شدید زلزلہ کہ جس کے سبب سے کوئی شخص اپنے قابو میں نہیں رہا اور سبھوں کو اپنی اپنی جان کی پڑ گئی مسجد کی دیواریں جہاں یہ لوگ جمع تھے اور زمین ایسی ہلنے لگی کہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین پھٹ جائے گی اور یہ لوگ اس میں سما جائیں گے۔ یا دیواریں ان پر گر پڑیں گی اور اس سے یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

الغرض جب حضرت علیؑ نے یہ حال مشاہدہ فرمایا تو فوراً سلمان فارسیؓ کو حکم دیا کہ جلد جاؤ اور جناب فاطمہؑ کو میری جانب سے منع کرو کہ وہ بد دعا نہ کریں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے غضب نے مدینہ کو گھیر لیا ہے اور اگر فاطمہؑ بد دُعا کر دیں گی تو تمام شہر اور اس کے رہنے والے نیست و نابود ہو جائیں گے یہ سنتے ہی جناب سلمان فارسیؓ معصومہ کے پاس آئے اور حضرت علیؑ کا پیغام پہنچایا۔ یہ سنکر جناب فاطمہ زہراؑ نے

فرمایا کہ اچھا چونکہ انکا حکم ماننا مجھ پر واجب ہے۔ اس لئے میں بد دعا نہ کروں گی اور صبر کرتی ہوں لیکن زلزلہ برابر قائم رہا۔

زلزلہ دیکھکر حضرت ابوبکرؓ کا بیعت علیؑ لینے سے سے انکار کرنا

حضرت ابوبکرؓ نے جو یہ زلزلہ دیکھا تو بہت خائف ہوئے اور فوراً حضرت علیؑ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اچھا اگر آپ کو میری بیعت منظور نہیں ہے تو آپ پر کوئی جبر بھی نہیں ہے آپ واپس تشریف لے جا سکتے ہیں اور عمرؓ سے مخاطب ہوکر کہا کہ علیؑ کو جانے دو اور جب تک فاطمہؑ ان کے درمیان میں ہیں مجھے علیؑ کے قتل کا حکم دینے میں کراہیت معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ بغیر بیعت کئے ہوئے بیت الشرف کو تشریف لائے اور زلزلہ موقوف ہوا۔

مجھ کو کسی معتبر کتاب میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ علی علیہ السلام نے بیعت کی ہو۔ اگر کسی کتاب میں یہ لکھا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بیعت کی ہے تو اس سے پہلے خدارا یہ ضرور سوچئے کہ اگر علیؑ کو بیعت کر لینا ہی تھا تو انھوں نے اپنے پر عمرؓ اور ابوبکرؓ کا ظلم کیوں اٹھایا۔ گھر کو آگ کیوں لگوا لیا۔ جناب حضرت سیدہ پر حضرت عمرؓ کا ظالمانہ حملہ جس میں حضرت محسنؑ کو شکم مادر میں شہادت ہوئی کیوں برداشت کر لیا۔ اور اپنے گلے میں رسی بندھوا کر خود کو کھینچوانا تک کیوں سہہ لیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ علیؑ نے بیعت شیخین نہیں کی!

حضرت علی علیہ السلام سے بیعت طلبی پر

ایک غیر جانبدارانہ تبصرہ

ہم کتاب علی ابن ابی طالب از پروفیسر اختر زیدی صاحب صفحہ نمبر ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۶ اور ۲۶۷ سے درج ذیل عبارت کو نقل کرتے ہیں جس کو جناب پروفیسر صاحب نے بڑی محنت سے غیر جانبدارانہ طور پر تحریر فرمایا ہے۔

"ہم کتنی ہی رواداری اور چشم پوشی سے کام لیں لیکن یہ واقعہ ہر وقت۔ ہر ملک اور ہر زمانے میں اُن آزاد خیال مورخوں کی نظر میں جن کے ہاتھوں میں حقیقت نگار قلم ہے۔ انتہائی انسانیت سوز واقعہ قرار پائے گا۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے جو بے اعتدالیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسلام نے تندی اور تیز مزاجی کو اخلاق اور انکساری کے سانچے میں ڈھلنے کی تلقین کی ہے۔ اسلام آیا ہی تھا انانیت، فرعونیت، نخوت اور عصبیت کو کچلنے کے لئے۔ پیغمبر اسلام نے حسن سلوک کی صرف تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ اپنے عمل کی شمع ہدایت روشن کر کے عقل کے اندھوں کو راستہ دکھایا۔

آنحضرتؐ کی زندگی کے واقعات مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک پڑھ جائیے۔ آپ کو یہی ملے گا کہ آپ نے کفار کی سختیوں کا جواب نرمیٔ اخلاق سے دیا۔ دشمن سے انتقام لینا انسان نے اپنا قانونی

فرض سمجھ رکھا تھا۔ لیکن اسلام ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے دائرہ شریعت میں اس فطری فرض کو مکروہ تحریمی قرار دے دیا۔ فتح مکہ کا دن دشمنوں سے انتقام لینے کی دعوت دے رہا تھا۔ آنحضرتؐ کے خون کے پیاسے دست بستہ آپؐ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے لیکن رحمتہ اللعالمین کے لبوں کو حرکت ہوئی تو یہ جملہ نکلا کہ تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ! تم سب آزاد ہو۔ وحشی جس نے آنحضرت کے چچا حضرت حمزہ کو بیدردی سے قتل کیا تھا اور ہندہ جس نے حضرت حمزہ کا جگر چبایا تھا دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہی سایہ عفو و رحمت میں کھڑے ہو کر خوش و خرم نظر آنے لگے۔

ابو سفیان جو بدر سے لے کر فتح مکہ تک ہر جنگ میں براہ راست یا بالواسطہ رسول اللہؐ سے برسر پیکار رہا اور اسلام کی بیخ کنی میں پیش پیش تھا جب اسلام لے آیا تو آنحضرت نے صرف معاف کر دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے گھر کو امن و امان کا حرم قرار دے دیا۔ یہ تھا رسول اللہؐ کا سلوک کفار کے ساتھ۔ اسی کا نام اسلام ہے۔

- حضرت عمرؓ کا واسطہ کسی کافر سے نہیں تھا۔
- حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ سے تھا۔
- فاطمہؑ ــــ اس رسولؐ کی بیٹی جس کے نام پر خلافت کی بھیک مانگ رہے تھے۔
- علیؑ ــــ اس رسولؐ کا بھائی اور داماد جس کی قربت کا واسطہ دے کر خلافت حاصل کر چکے تھے۔ اور ــــ
- کیا یہ وہ علیؑ اور فاطمہؑ نہ تھے جنھوں نے اپنے ہاتھوں سے

اس وقت خدا کے آخری نبیؐ کو کفن پہنایا اور قبر میں اتارا تھا جبکہ حضرت عمرؓ سقیفے میں خلافت کا بند و بست کر رہے تھے اور سعد بن عبادہ کی داڑھی پکڑ کر جھنجھوڑ رہے تھے چند منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں دھینگا مشتی کرنے والے لوگ انتہائی متقی مسلمان ہو گئے۔ اور رسول اللہؐ کے جنازے کی بے لوث خدمات کے بعد آخری منزل تک پہنچانے والے باغی قرار پا گئے۔

ابھی رسولؐ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا تھا کہ ماننے والوں نے اپنے ہی نبیؐ کی بیٹی کے گھر پر فوج کشی کر دی اور اسی کے داماد کے قتل پر کمربستہ ہو گئے۔ مذہب اسلام تو ایک طرف۔ انسانیت کے دامن پر ایسے افعال بدنما داغ بن جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے متعلق یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ محمدؐ عربی۔ فاطمہؑ بنت محمدؐ اور علیؑ ابن ابی طالب کے مدارج، مراتب اور فضائل سے بے خبر تھے۔ بات صرف یہ تھی کہ اچانک حصول خلافت کی مسرت نے ان کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ توقعات کے خلاف کامیابی پر انسان سے متحیر العقول حرکات ظہور میں آجاتی ہیں۔ بیعت کی غرض سے جب حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ابوبکر کے سامنے حضرت عمرؓ لائے تو انکا بار بار یہی اصرار تھا کہ اگر علیؑ بیعت نہ کریں تو خلیفہ ان کے قتل کا حکم صادر فرمائے جس کے لئے انکا بار بار اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ خلیفہ کی زبان سے قتل کا حکم ہو اور میں حضرت علیؑ کو اس بے بسی کے عالم میں قتل کر دوں لیکن ابوبکرؓ نے کہا کہ جب تک فاطمہؑ ان کے پہلو میں ہیں میں کسی معاملہ میں ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ بہت کم مورخوں نے حضرت ابوبکرؓ

کے اس اقدام پر غور کیا ہے یہ اقدام حضرت ابوبکرؓ کا انتہائی ہوشمندانہ اور مدبرانہ اقدام تھا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی رائے مان لیتے تو مدینہ آن کی آن میں دار الحرب بن جاتا۔ گرد و غبار میں صرف تلواروں کی بجلیاں چمکتی ہوئی نظر آتیں۔ بنی ہاشم خون کی ہولی کھیلتے ہوئے دکھائی دیتے۔ اور بنی اُمیہ کی تلواریں ان کے ساتھ ہوتیں کیونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے جن کی حکومت بنی اُمیہ کے لئے ناقابل برداشت تھی وہ بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور خاندان کو اپنا حریف سمجھتے ہوئے بھی توہین محسوس کرتے تھے بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی تلواریں کھینچ جاتیں تو مدینے کا قبیلہ خزرج جس کے سردار سعد بن عبادہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ سے انتقام لینے کی قسم کھائے بیٹھے تھے۔ اپنے بوڑھے بچوں اور جوانوں کے ساتھ میدان جنگ میں آجاتے اور قیامت برپا ہو جاتی۔ اس دارو گیر میں یہ بات یقینی تھی کہ تاریخِ اسلام بدل جاتی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ دنیائے اسلام کا پہلا خلیفہ کون ہوتا؟

استحقاق خلافت کی نسبت حضرت علیؑ کے

لاجواب دلائل!

جس نے حضرت ابوبکرؓ کو خود حضرت علیؑ کی بیعت کرنے پر مجبور کر دیا

واضح ہو کہ یہ مکالمہ جو اس باب میں درج کیا جا رہا ہے وہ شیعول

کی کتاب احتجاج طبرسی سے نقل کیا جا رہا ہے۔ جسے مدیر "اصلاح" نے پرچہ "اصلاح" ع۳ جلد ۲۵ بابتہ ماہ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ میں درج فرمایا ہے اور جس کو جناب مظفر علی خاں صاحب نے اپنی کتاب فاطمہ زہراؑ کی سوانح عمری میں بھی صفحہ نمبر ۳۵۹ سے ۳۹۲ تک پر تحریر فرمایا ہے۔

چونکہ اس مکالمہ میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے استحقاق میں خود اپنی زبان سے ایسے مضبوط استدلال پیش فرمائے ہیں۔ جن سے کوئی صاحب عقل و انصاف انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں نے اس مکالمہ کو بھی اس کتاب میں درج کر دیا ہے تاکہ غور کرنے والوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دے سکے۔ اور وہ بات ذہن سے بالکل خارج ہو جائے جو دوسرے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے بیعت کر لی تھی۔ اگر بیعت کر نا ہوتی تو اپنی خلافت کے لئے اتنے استدلال نہ پیش کرتے۔

اس مکالمہ کی ابتدا احتجاج طبرسی میں اس طرح درج ہے کہ دوران خلافت ابوبکرؓ ایک مرتبہ حضرت علیؑ اور ابوبکرؓ میں تنہائی میں گفتگو ہونے کا موقع فراہم ہو گیا۔ اس موقع پر جو گفتگو ہوئی وہ بصورت مکالمہ درج ذیل ہے۔

ایک تاریخی مکالمہ

حضرت ابوبکرؓ: اے ابوالحسن! میں دیکھتا ہوں کہ جب سے

میں نے اَمرِ خلافت کو قبول کیا ہے آپ مجھ سے برابر ناراض رہتے ہیں اور مجھ پر آپ کی ناراضگی انتہائی شاق ہے۔

خدا کی قسم یہ بات یعنی خلافت کی نشستیں اور میری مسند نشینی میرے اتفاق رائے سے نہیں ہوئی کیونکہ نہ مجھکو اس عہدہ کی کوئی آرزو تھی اور نہ میں اس پر حریص تھا اور نہ اس عہدہ کے مشکل فرائض کی انجام دہی میں مجھے اپنے نفس پر اعتماد تھا اور نہ مجھے مال۔ کنبہ اور قبیلہ کی کثرت و جمعیت حاصل ہے۔ اور نہ دوسروں کو محروم کر کے میں اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں صرف اُمّت رسول ؐ کی بہبودی کے خیال سے جب مجھ پر زور ڈالا گیا تو میں نے اسے قبول کر لیا۔ باوجود ان تمام باتوں کے میں نے محسوس کیا اور دیکھتا ہوں کہ آپ مجھ سے ناراض رہتے ہیں آخر اس میں میری کیا خطا ہے۔؟

حضرت علیؑ:۔ اے ابوبکرؓ! جیسا کہ تم کہتے ہو کہ تم کو اس کی خواہش نہ تھی اور تم اس پر حریص بھی نہ تھے اور تم اپنے نفس میں اس بوجھ کو اٹھانے کی قابلیت بھی نہیں پاتے تو پھر بتلاؤ کہ تم اس پر آمادہ ہی کیوں ہوئے اور تمہیں کس چیز نے جرأت دلائی کہ تم نے خلافت کو قبول کر لیا۔؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ اے علیؑ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ ؐ سے ایک حدیث سنی تھی کہ

"میری اُمّت کو خدا گمراہی پر کبھی متفق نہ کرے گا"

لہٰذا جب میں نے اس حدیث اجماع کو اپنی خلافت پر دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ تمام اُمّت نے میری خلافت پر اجماع کر لیا ہے تب

اس وقت میں نے اس عہدۂ خلافت کو قبول کرنے کی ہمت کی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ایک شخص کو بھی میری خلافت میں عذر ہے تو میں ہرگز اس عہدہ کو قبول نہ کرتا۔

حضرت علیؑ:۔ اے ابوبکرؓ! تم نے جس حدیث رسولؐ کا ذکر کیا کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا تو اس کی نسبت مجھے یہ کہنا ہے کہ اوّل تو حضرت نے ایسا کبھی نہیں فرمایا اور یہ حضرت پر ایک اتہام ہے اور اگر بفرض محال تم پر اعتماد کر کے اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمھارے خیال میں کیا میں اس اُمّت میں نہیں ہوں؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ ہاں بیشک آپ بھی اس اُمّت میں ضرور ہیں۔!

حضرت علیؑ:۔ اور دوسرے لوگ بھی جو تمھاری خلافت اور بیعت کو جائز نہیں سمجھتے مثلاً سلمانؓ فارسی۔ ابوذرؓ۔ ابن عبادہؓ مقدادؓ اور انصار سے جو لوگ ان کی طرف ہیں یہ سب لوگ بھی اُمت میں داخل ہیں یا نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ:۔ ہاں یہ سب بھی اُمّت میں داخل ہیں۔

حضرت علیؑ:۔ تو پھر تم اس حدیث سے کیونکر استدلال کر سکتے ہو اس لئے کہ تمھاری خلافت پر تمام امت کا اجماع ہوا ہی نہیں اور اصحاب رسولؐ میں بھی جبکہ ایسے جلیل القدر اصحاب رسولؐ کی جماعت اس تجویز سے علیحدہ رہی تو پھر اجماع کیسے ہوا؟ اور اے ابوبکرؓ یہ بھی یاد رکھو کہ جن کا میں نے نام لیا ہے یہ لوگ اُمّتِ رسولؐ

میں ایسے بزرگ صحابی ہیں کہ ان پر اُمت میں سے کسی کو نہ اعتراض ہے اور نہ ان کے صحابیٔ رسولؐ ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے۔

حضرت ابوبکرؓ:۔ اے علیؑ اس جم غفیر صحابہ کے علیحدہ رہنے اور میری خلافت کو ناجائز سمجھنے کی خبر مجھے اس وقت ہوئی جب میری خلافت مستحکم ہو گئی اور انتظام حکومت درست ہو گئے تھے پس اس وقت مجھے خوف ہوا کہ اگر اس خلافت سے اب میں علیحدہ ہو جاتا ہوں تو لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ اور دین اسلام سے نکلنا شروع کر دیں گے۔ پس دین وملّت کی حفاظت کے لئے مجھے یہ بات ضروری معلوم ہوئی کہ میں خلافت کے کاموں کو برابر انجام دیتا رہوں اور اگر میں ایسا نہ کرتا تو لوگ آپس میں جنگ وجدال کر کے اپنے سابق کفر وضلالت کی طرف پلٹ جاتے لہٰذا ان سب کو اسلام پر باقی رکھنے کی یہی صورت تھی کہ میں اپنی خلافت سے دستبردار نہ ہوں اور مجھے یقین تھا کہ ان تازہ مسلمانوں کو اسلام پر باقی رکھنے کی فکر آپ کو بھی اتنی ہی ہو گی جتنی مجھے ہے اور آپ مجھ سے کوئی علیحدہ رائے نہ رکھیں گے۔

حضرت علیؑ:۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ مجھے ان مسلمانوں کو دین اسلام پر باقی رکھنے کی فکر یقیناً بہت ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن اس ناجائز خلافت کو اس سے کیا تعلق؟ کیا رسول اللہؐ اپنی حیات میں مجھے اپنا خلیفہ اور جانشین نہیں مقرر کر گئے تھے۔؟ اور اگر بفرض محال تم اس سے انکار کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ رسول اللہؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں مقرر فرمایا

بلکہ اُمّت کو اس امر کا اختیار دے گئے ہیں کہ جس کو چاہو اپنے میں سے خلیفہ مقرر کر لو تو پھر یہ بتاؤ کہ تمہاری نظر میں جو شخص خلافت کا مستحق ہوگا اس میں کچھ اوصاف ہونا چاہیئے یا کسی اوصاف کی اسمیں ضرورت نہیں ہے؟ اور اگر خلیفہ بننے کے لئے تم کچھ اوصاف کی ضرورت سمجھتے ہو تو بتلاؤ کہ وہ کیا کیا ہیں؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ ہاں ہاں بیشک۔ اس میں کچھ اوصاف ضروری ہیں اور وہ اوصاف میرے خیال میں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ کہ وہ اُمّت کو اچھی رائے دے۔ نصیحت کرے اور اس کا وفادار بھی ہو۔

۲۔ یہ کہ وہ اُمّت کے آپس کے اختلافات کو رفع بھی کرتا ہے۔

۳۔ یہ کہ وہ اچھے چال چلن اور پاکیزہ سیرت کا بھی ہو۔

۴۔ یہ کہ وہ عدل کا بھی اظہار کرے۔

۵۔ یہ کہ وہ کتاب خدا اور احادیث پیغمبر خدا کا بھی عالم ہو۔

۶۔ یہ کہ وہ دنیا اور اس کے خرافات سے زہد بھی اختیار کئے ہوئے ہو اور اس کی خواہش اس کو کم ہو۔

۷۔ یہ کہ وہ ہر مقام کے مظلوم خواہ نزدیک کا ہو یا دور کا ہو اس کے ظالموں سے عوض لے اور اس کا حق دلوائے (اتنا کہکر حضرت ابوبکرؓ نے خاموشی اختیار کر لی)

حضرت علیؑ:۔ اے ابوبکرؓ! کیا رسولؐ کے ساتھ قرابت داری قریبہ۔ دینی خدمات اور مطابقت اسلام کو بھول گئے۔ جو تم نے انصار کے مقابلہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش کر کے

خلافت حاصل کی تھی کیا خلیفہ رسولؐ کے لئے ان اوصاف کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ اوصاف بھی اس میں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ موجود ہونا چاہیئے

حضرت ابوبکرؓ:۔ ہاں ہاں قرابت رسولؐ دینی خدمات اور مطابقت فی الاسلام کے اوصاف بھی اس کے لئے ضروری ہیں اور یہ اوصاف بھی اس میں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہونا چاہیئے ۔

حضرت علیؑ:۔ تو اے ابوبکرؓ اب میں تم کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں سچ سچ بتانا کہ کل اوصاف جو تم نے بیان کئے اور جو میں نے اضافہ کئے اور ان کو تم نے بھی تسلیم کیا ان سب کو آیا تم اپنے نفس میں زیادہ پاتے ہو یا مجھ میں ؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ اے علیؑ بیشک ان تمام اوصاف کو میں اپنے سے زیادہ آپ میں پاتا ہوں ۔

حضرت علیؑ:۔ اچھا اب یہ بھی بتاؤ کہ حضرت رسالتمآبؐ نے جب لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کی تو مردوں میں سب سے پہلے میں نے حضرتؐ کی اس دعوت کو قبول کیا تھا کہ تم نے ؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک آپ ہی نے سب سے پہلے دعوت کو قبول کیا تھا اور اسلام لائے تھے ۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی پوچھتا ہوں کہ بتاؤ سورۃ براءت کی تبلیغ کے لئے کیا میں خدا کی طرف سے مامور نہیں ہوا تھا کہ تم سے لے لوں اور خود کفار کے

بھرے مجمع کے سامنے مکہ معظمہ میں اس کی تبلیغ کروں اور آیا اس سورۃ کی تبلیغ میں نے کی تھی یا تم نے ؟

حضرت ابوبکرؓ :- بیشک یہ شرف بھی آپ ہی کو ملا اور میں اس سے محروم کیا گیا۔

حضرت علیؑ :- میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب جناب رسولؐ خدا کو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے وقت اپنی جگہ کسی شخص کے سلانے کی ضرورت ہوئی تاکہ اگر کفار مکہ قتل کریں تو وہی شخص قتل ہو جائے اور حضرت خاتم المرسلینؐ کی جان بچ جائے تو ایسے سخت ترین موقعہ پر جب کہ کفار حضرتؐ کا گھر گھیرے ہوئے تھے کس شخص نے اپنی جان خطرہ اور ہلاکت میں ڈال کر حضرتؐ کی جان بچائی میں نے یا تم نے ؟

حضرت ابوبکرؓ :- بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور مجھے نہیں !

حضرت علیؑ :- میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی دریافت کرتا ہوں کہ تبایۂ ۱۸ ذی الحجہ یعنی حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت خم غدیر میں حضرت رسولؐ نے جو ایک شخص کو عام مومنین و مومنات کا مولا کہہ کر حاکم اور مولا قرار دیا وہ میں تھا یا تم ؟ اور اس حدیث کے مطابق ہر مسلمان کا مولا میں ہوا یا تم ؟

حضرت ابوبکرؓ :- اس حدیث کی رو سے بے شک آپ ہی سب کے مولا ہوئے میں نہیں ہوا۔

حضرت علیؑ :- میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی سوال

کرتا ہوں کہ نماز میں انگوٹھی کی زکوٰۃ دے کر جو شخص قرآن میں خدا اور رسولؐ کے بعد کل مسلمانوں کا ولی اللہ اور حاکم قرار پایا وہ میں ہوں یا تم؟ (یعنی آیۂ مبارک بتحقیق کہ (اے مسلمانو) تمہارا حاکم اللہ ہے اور رسولؐ ہے اور مومنوں میں سے وہ شخص ہے جو نماز کو قائم کرتا ہے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے۔

پارہ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۸ کس کی شان میں نازل ہوئی میرے یا تمہارے؟

حضرت ابوبکرؓ۔ بیشک یہ ولایت بھی آپ ہی کو حاصل ہوئی۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ حضرت رسولؐ نے کس کی نسبت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ

"تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی"

بتلاؤ یہ شرف مجھ کو حاصل ہے یا تم کو؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک حضرت رسولؐ نے یہ آپ ہی کی نسبت فرمایا تھا۔ میری نسبت نہیں کہا تھا اور یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ نصارائے نجران سے مباہلہ کرنے کے لئے جو حضرتؐ تشریف لے گئے تھے تو اس موقع پر اپنے ہمراہ مجھ کو، میری زوجہ اور میری اولاد کو لے گئے تھے یا تم کو۔ تمہاری زوجہ اور تمہاری اولاد کو یہ امتیاز حاصل ہوا تھا؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ نہیں مجھ کو نہیں بلکہ آپ ہی کو یہ امتیاز

حاصل ہوا ہے۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ ہر رجس و گندگی سے پاک و پاکیزہ رہنے کی آیت میری، میری زوجہ اور میری ذریت کی شان میں نازل ہوئی یا تمھارے اور تمھاری اہلبیت کے شان میں؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک یہ آیت آپ ہی حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے اور میرے یا میری اہلبیت کے شان میں نہیں نازل ہوئی۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بتاؤ حضرت رسولؐ نے اپنی کملی کے نیچے جن لوگوں کو جمع کر کے یہ دعا فرمائی تھی "یعنی اے خدا یہ ہیں میرے اہلبیت"، تو اس میں جن لوگوں کو کملی کے نیچے جمع کر کے یہ فرمایا تھا وہ میں ہوں اور میرے اہل و عیال ہیں۔ یا تم اور تمھارے اہل و عیال؟

حضرت ابوبکرؓ۔ نہیں میں نہیں ہوں اور نہ میرے اہل و عیال ہیں بلکہ حضرت رسولؐ نے آپ ہی اور آپ کے اہل و عیال کے لئے یہ دعا کی تھی

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیۂ مبارکہ سورہ ہل اتیٰ "جو لوگ اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور روز قیامت کا خوف رکھتے ہیں کہ جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہو گی"، (ترجمہ)

یہ آیت میرے اور میرے اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے یا تمھارے اور تمھارے اہلبیت کی شان میں؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ نہیں یہ آیت بھی آپ اور آپ کے اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی میرے اور میرے اہلبیت کے لئے نہیں۔

حضرت علیؑ :۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ کہ تمہارے لئے بھی نماز کا وقت گذر جانے پر آفتاب غروب ہونے کے بعد پھر لوٹ آیا تھا اور جب تم نے نماز پڑھ لی تھی تو پھر غروب ہو گیا تھا یا میرے لئے ایسا ہوا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ :۔ نہیں۔ اے علیؑ میرے لئے ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ ہی کے لئے آفتاب غروب ہو چکنے کے بعد دوبارہ نکل آیا تھا اور جب تک کہ آپ نے نماز ادا کی وہ ٹھہرا رہا اور نماز ختم کرنے کے بعد غروب ہو گیا۔

حضرت علیؑ :۔ میں تمکو قسم دے کر یہ بھی پوچھتا ہوں کہ بتاؤ کہ کیا تم وہ جلیل القدر بزرگ ہو جس کو آسمان سے ندا آئی تھی "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار" یا یہ جملہ میرے لئے آیا تھا؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ بیشک آپ ہی وہ ہیں جس کی نسبت آسمان سے یہ ندا آئی تھی۔

حضرت علیؑ :۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ خیبر میں آخری روز حضرت رسولؐ نے فرما کر "یعنی کل میں اس کو علم دوں گا جو مرد ہو گا۔ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا اور نہ بھاگنے والا ہو گا۔ اور خدا اور رسولؐ اسے دوست رکھتے ہوں گے اور وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہو گا" کس کو علم دیا تھا

مجھ کو یا تم کو؟ اور اس فتح کا سہرا تمہارے سر دیا یا میرے؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ نہیں تمھارے بارے میں یہ حدیث بھی بھی رسولؐ خدا نے ارشاد فرمائی تھی اور تم ہی قلعۂ خیبر کے فتح کرنے میں کامیاب رہے اور کیا وہ میں ہی نہیں ہوں؟

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ غزوۂ خندق میں اسلام اور مسلمانوں کی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اور عمر ابن عبدود کی ہیبت نے کفر کو قریب مسلّط کر دیا تھا تو بتاؤ کہ اس کو قتل کر کے اور سخت ترین جنگ کو سر کر کے حضرت رسالتؐ مآب اور مسلمانوں کو اس آفت عظیم سے کس نے نجات دلائی تھی میں یا تم نے؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ نہیں آپ نے۔

حضرت علیؑ:۔ بتاؤ کہ جنوں کے پاس پیغام لے جانے کیلئے حضرت رسولؐ خدا نے مجھ کو انتخاب کیا تھا یا تم کو؟ جس کے سبب سے وہ قوم جنّات صفِ اسلام میں داخل بھی ہو گئی۔

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک مجھے نہیں بلکہ یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا تھا۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ کیا میں وہ پاک و پاکیزہ نہیں ہوں جس کے خاندان اور نسب کو خدا نے حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک نطفۂ حرام سے محفوظ رکھا کہ جس کے بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ " اے علیؑ میں اور تم حضرت آدم سے لے کر عبدالمطلب تک ایک ہی صورت نکاح سے پیدا ہوئے ہیں

اور دوسروں کی طرح زنا اور حرام کاری سے نہیں پیدا ہوئے ہیں۔
اے ابوبکرؓ کیا تمہارے بارے میں بھی حضرت رسولؐ نے ایسا کبھی فرمایا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک یہ شرف بھی صرف آپ ہی کو حاصل ہے اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ:۔ بتاؤ کیا میں وہ برگزیدہ نہیں ہوں جس کو حضرتؐ نے تمام دُنیا سے انتخاب کر کے اپنی چہیتی اور اکلوتی صاحبزادی اور فخر النساء العالمین۔ صدیقہ۔ طاہرہ۔ فاطمہ زہراؑ کو بیاہ دی اور یہ بھی فرمایا کہ اے علیؑ! فاطمہؑ سے تمہارا نکاح خدا نے آسمان پر کر دیا ہے اب تم بتلاؤ کہ وہ برگزیدہ بینش خدا اور رسولؐ میں ہوں یا تم؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک آپ ہی وہ برگزیدہ ہیں کہ جن سے سیدۃؑ نساء العالمین کا نکاح بھی ہوا ہے۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حسنؑ اور حسینؑ جو رسالت مآب کے نواسے اور دو پھول ہیں جن کے بارے میں حضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے بھی بہتر ہیں تو اب تم ہی بتلاؤ کہ ان کا باپ میں ہوں یا تم اور اس شرف کا بھی میں حامل ہوا یا تم؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک آپ ہی ان کے والد ہیں اور اس شرف کے بھی حامل ہیں۔

حضرت علیؑ:۔ بتاؤ تمہارے کسی بھائی کو یہ درجہ ملا ہو کہ

اس کو دو شہپر مرحمت ہوئے ہوں جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں
فرشتوں کے ہمراہ اڑتا پھرتا ہو۔ آیا ایسا بھائی میرا ہے یا تمہارا؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کے بھائی
کو حاصل ہے اور میرے کسی بھائی کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔

حضرت علیؑ :۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ
کہ حضرت رسولؐ کے کل قرضوں کے ادا کرنے کی ذمہ داری میں نے
لی تھی یا تم نے؟ اور حضرتؐ کے وعدوں کو پورا کرنے کا اعلان
تمام مجمع میں میں نے کیا تھا یا تم نے؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ یہ خدمت بھی آپ نے انجام دی تھی
میں نے نہیں

حضرت علیؑ :۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں
بتاؤ کہ حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں جب وہ بھنا ہوا طیر
(پرندہ) آیا تھا اور حضرتؐ نے اس کو کھانا چاہا تو اپنے ہمراہ کھانے کے
لئے جس شخص کو خدا سے یہ دعا کر کے طلب کیا تھا کہ خداوندا اس وقت میرے
پاس اس شخص کو پہونچا دے جو میرے بعد مجھے تمام مخلوقات سے زیادہ
محبوب اور پیارا ہو تو حضرتؐ کی اس دعا پر میں وہاں پہونچا تھا یا تم؟
اور میں نے حضرتؐ کے ہمراہ بھنا ہوا طیر (پرندہ) کھایا تھا یا تم نے ان کے
ہمراہ کھایا تھا؟ اور اس لحاظ سے تمام مخلوقات میں خدا اور رسولؐ کا
سب سے زیادہ محبوب میں قرار پایا یا تم؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہوا
اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ :۔ بتاؤ حضرت رسالت مآب نے قرآن کی تاویل پر ناکیشن قاسطین اور مارقین سے لڑنے کی پیشنگوئی میرے بارے میں فرمائی تھی یا تمھارے بارے میں مجھے ان پر فتحیاب ہونے کی بشارت دی تھی یا تمھیں ؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ یہ بشارت بھی آپ ہی کے متعلق تھی میرے لئے نہیں ۔

حضرت علیؑ :۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسالتمآبؐ نے میری نسبت یہ فرمایا تھا کہ "علیؑ اقضاکم" یعنی تم میں علیؑ سب سے زیادہ فیصلہ کا علم رکھتے ہیں ۔ بس بتاؤ کہ یہ جملہ حضرت رسولؐ نے میری نسبت ارشاد فرمایا تھا یا تمھاری نسبت ؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ میرے لئے نہیں بلکہ یہ جملہ بھی حضرت رسولؐ نے آپ ہی کے لئے فرمایا تھا ۔

حضرت علیؑ :۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں ۔ بتاؤ کہ حضرت رسالت مآب نے اپنی زندگی ہی میں اپنے اصحاب کبار کو السلام علیک یا امیرالمومنین کہکر سلام کرنے کا حکم میرے متعلق دیا تھا یا تمھارے متعلق ۔ ؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ نہیں آپ ہی کے متعلق ارشاد فرمایا تھا ۔

حضرت علیؑ :۔ بتاؤ حضرت رسالت مآبؐ کے آخر وقت میں آپؐ سے آخری کلام کرنے اور آپ کے غسل و کفن و دفن کے امور انجام دینے کا شرف میں نے حاصل کیا یا تم نے ؟

حضرت ابوبکرؓ :۔ بیشک یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا

اور میں اس سے بھی محروم رہا۔

حضرت علیؑ:۔ بتاؤ حضرت رسالت مآبؐ سے سب سے زیادہ قرابت کی قربت مجھ کو حاصل ہے یا تم کو؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک مجھ کو نہیں بلکہ آپ کو حاصل ہے۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ کیا تمہاری کسی حاجت کے وقت خدا نے تم کو دینار بھیجا تھا۔ اور جبرئیل نے تمہارے ہاتھ اس دینار کے عوض آٹا بیچا تھا کہ جسکی روٹیاں سیدہ النساء العالمین فاطمہ زہراؑ نے پکائیں اور حضرت رسالت مآبؐ اور سیدہ کی اولاد کی دعوت کی گئی، یہ واقعہ میرا ہے یا تمہارا؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ (یہ سُنکر رونے لگے اور کہا کہ) بیشک آپ ہی کو خدا نے وہ دینار بھیجا تھا اور جبرئیل امین نے آپ ہی کے ہاتھ آٹا بھی فروخت کیا تھا جس کی جناب سیدہؑ نے روٹیاں پکائیں اور آپ ہی نے حضرتؐ کی اور اپنی اولاد کی ضیافت کی۔

حضرت علیؑ:۔ اے ابوبکرؓ بتاؤ کہ بروز فتح مکہ جناب رسولؐ خدا نے خانۂ کعبہ کے بت توڑنے کے واسطے تم کو اپنے کاندھے پر چڑھایا تھا یا مجھ کو؟ اور تم نے ان بتوں کو توڑا تھا یا میں نے؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک اے علیؑ! یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ:۔ بتاؤ کیا تمھارے ہی بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ تم ہی دنیا اور آخرت میں میرے علم کے اٹھانے والے ہو آیا وہ شخص میں ہوں یا تم؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک وہ شخص آپ ہیں اور میں نہیں ہوں۔

حضرت علیؑ:۔ میں تم کو پھر خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ جب حضرت رسولؐ نے کل اصحاب اور ازواج کے دروازوں کو جو مسجد کی طرف کھلتے تھے خدا کے حکم سے بند کئے جانے کا حکم دیا اور صرف ایک دروازے کو کھلا رہنے دیا تو وہ شخص جس کا دروازہ مسجد میں حکم رسولؐ سے کھلا رہا میرے مکان کا دروازہ یا تمہارے مکان کا دروازہ تھا اور مسجد کے اندر دوسروں کو جن کاموں سے روکا گیا تھا وہ سب کے سب میرے لئے جائز کئے گئے تھے۔ یا تمہارے لئے؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ میرے لئے نہیں بلکہ یہ شرف بھی آپ ہی کے لئے مخصوص ہے۔

حضرت علیؑ:۔ اچھا اے ابوبکرؓ تم کو خدا کی قسم ہے تم یہ بات بھی سچ ہی سچ بتانا کہ جب خدا نے آیۂ نجویٰ نازل فرمائی یعنی یہ بات کہ اور جب اصحاب رسولؐ سے کہا گیا کہ جب تم خدا کے رسولؐ سے کوئی راز کی بات کرو تو کچھ صدقے دے دیا کرو۔" تو یہ آیت اُترنے کے بعد صدقے دے کر حضرت رسولؐ سے میں نے راز کی باتیں کیا یا تم نے؟

حضرت ابوبکرؓ:۔ بیشک اے علیؑ! آپ ہی نے صدقے دے کر حضرت رسولؐ سے راز کی باتیں کی تھیں میں نے یا کسی دوسرے نے ایسا نہیں کیا۔

حضرت علیؑ:- اے ابوبکرؓ بتاؤ کہ حضرت رسولؐ نے جو اپنی صاجزادی جناب فاطمہؑ زہرا سے فرمایا تھا کہ تمھارے شوہر سب سے پہلے ایمان لائے اور انکا اسلام سب سے بہتر ہے تو اس میں کیا حضرت رسولؐ نے تمھاری مدح کی تھی یا میری؟

حضرت ابوبکرؓ:- آپ ہی کی مدح کی تھی میری نہیں۔

اتنے کلام کے بعد

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ

اے ابوبکرؓ جب یہی ادلہ اور وجوہ کے سبب سے کسی شخص میں اُمّت محمدؐیہ کی ہدایت اور ارشاد کا بار اٹھانے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور وہ خلیفہ بننے کے قابل ہوتا ہے اور تم اپنے اقراروں سے ان اوصاف سے خالی ہو اور میں بدرجہ اولی تم سے اور سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں تو پھر کس چیز نے تم کو خدا رسول خداؐ اور اس کے دین سے برگشتہ کر دیا۔ کہ تم مدعیٔ خلافت بن بیٹھے۔ یہ تقریر سُن کر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے اور کہا کہ اے ابوالحسنؑ آپ نے سب سچ فرمایا۔ اچھا آج دن بھر کی مجھے مہلت دیجئے۔ تاکہ جو کچھ آپ سے باتیں ہوئیں اور جو تردد مجھے ہو رہا ہے ان میں اچھی طرح سے غور و فکر کر لوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے اور اس کے بعد ابوبکرؓ حضرت علیؑ کے پاس سے چلے گئے اور تمام دن اسی سوچ و فکر میں پڑے رہے اور کسی سے بھی اس دن ملاقات نہیں کی۔ یہانتک کہ رات ہو گئی۔ اور جب ابوبکرؓ سوئے تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولؐ خدا

اپنی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ آپ کو دیکھکر ابو بکرؓ کھڑے ہو گئے اور حضرت کو سلام کیا مگر حضرت نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے میرے خاص حکم سے سرتابی کی اور جس کو خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں تم نے اس سے دشمنی پر کمر باندھلی ہے یعنی میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کے حق پر تم ناحق قابض ہو بیٹھے ہو جنہوں نے تم پر عتاب بھی نازل کیا ہے اور اتمام حجت بھی تم پر تمام کر دی ہے پس تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ان کا حق انھیں واپس کر دو۔ اور خود خلافت سے دست بردار ہو جاؤ۔ یہ سُنکر ابو بکرؓ نے اقرار کیا کہ میں اسی وقت سے خلافت سے دست بردار ہو گیا۔ اور اسے علیؑ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد ہی ابو بکرؓ کی آنکھ کھل گئی اور اسی خواب کے بعد ابو بکرؓ کی آنکھ کھل گئی۔ اور اس خواب کے بعد ابو بکرؓ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ خود خلافت سے دست بردار ہو کر اس کو علیؑ کے حوالہ کر دیں گے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو ابو بکرؓ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے ابو الحسنؑ ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں اور اس کے بعد جو رات میں خواب دیکھا تھا اسے بھی بیان کیا۔ حضرت علیؑ نے ہاتھ بڑھا دیا۔ ابو بکرؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اس کے بعد کہا کہ میں مسجد میں چل رہا ہوں اور سب مسلمانوں کو جمع کرتا ہوں آپ بھی تھوڑی دیر کے بعد مسجد میں تشریف لے آئیے تاکہ میں سبھوں کے سامنے کل کی گفتگو جو آپ سے ہوئی اور شب کا وہ خواب جو میں نے دیکھا اس کو لوگوں سے تفصیل سے بیان کروں اور

اس کے بعد سبھوں کے سامنے اس بار خلافت کو اپنے سے الگ کر کے اس کو علانیہ آپ کے سپرد کر دول جس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اچھا چلو میں آتا ہوں۔

ابو بکرؓ جب رخصت ہو کر مسجد کی جانب چلے تو راستہ میں انھیں عمر ابن خطابؓ مل گئے جو انھیں کی تلاش میں تھے اور جن کو حضرت علیؑ اور ان کی گفتگو کی کچھ خبر بھی معلوم ہو چکی تھی لہٰذا جب انھوں نے ابو بکرؓ کو دیکھا اور کچھ پریشان پایا تو کہا کہ یہ آخر آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ کل سے آپ کسی سے ملاقات نہیں کر رہے ہیں۔ تب ابو بکرؓ نے ان سے گذشتہ روز کا پورا واقعہ اور رات کا خواب کا حال سب کچھ کہہ سنایا اور اپنا ارادہ بھی بتلا دیا۔ جسے سنکر عمرؓ نے کہا کہ خواب کا قصہ تو آپ کا خواب خیال ہے۔ اس کے علاوہ کیا آپ نہیں جانتے کہ نبی ہاشم جادو میں کامل ہیں اور علیؑ تو ان میں فرد اکمل ہیں۔

پس اس خیال سے باز آؤ جو تم نے ارادہ کر لیا ہے ورنہ کوئی تمہاری بات سننے گا نہیں۔ اگر تم اپنے سے خلع خلافت بھی کر لو گے۔ تب بھی یہ خلافت علیؑ کو ہرگز نہ ملنے پائے گی۔ تمھاری جگہ پر کوئی دوسرا شخص بٹھلا دیا جلئے گا اور ہم اس کی تابعداری کرینگے۔ مُفت میں تم ذلیل بھی ہو گے۔ اور تمھارا مطلب بھی نہ نکلے گا۔ پس میری رائے یہی ہے اور تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ جو خدا نے تمھیں دے دیا ہے اسے مفت میں نہ گنواؤ۔ اور نہ ایسی عزت حاصل کرنے کے بعد اپنی بے عزتی کراؤ۔ مختصر یہ کہ اگر تم ایسا کرو گے بھی تو ہم

اور ہماری پوری جماعت تمہاری مخالفت کرے گی۔ اور تمھارا بھی وہی حشر ہوگا جو علیؑ کا ہوا ہے۔

عمرؓ یہ تمام باتیں ابو بکرؓ کو کچھ اس طرح سمجھائیں کہ ان کا قدم بیعت لینے سے ہٹ گیا اور جو ارادہ کیا تھا اُسے چھوڑ بیٹھے اور مسجد میں جانے کے بجائے اپنے گھر چلے گئے اور جب تھوڑی دیر کے بعد حسب وعدہ حضرت علی علیہ السلام مسجد میں آئے تو وہاں کسی کو نہ پایا اور جب مسجد سے مکان واپس تشریف لا رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے مسکرا کر کہا کہ جائیے جو بات آپؑ سے اور حضرت ابو بکرؓ سے ہوئی تھی اب وہ نہیں ہونے کی اس لئے کہ میں نے انھیں سمجھا دیا ہے۔ اور جو ان کے سر پر بھوت چڑھ گیا تھا وہ میں نے اُتار دیا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اتمام حجت کر دی ہے۔ اب ہر شخص کو اپنے فعل کا خود اختیار ہے جو جیسا کرے گا ویسا بھگتے گا۔

قارئین کرام سے ایک سوال یہ ہے کہ ان تمام باتوں کے بعد آپ کیا علیؑ اور ان کے ساتھیوں سے اُمید کر سکتے ہیں کہ انھوں نے ان تینوں صاحبان میں سے کسی ایک کی بھی بیعت کی ہو۔ ہرگز ہرگز نہیں!

حضرت علی علیہ السلام خلیفہ (امام) اور وصی رسول منجانب اللہ تھے ان کو اس دنیاوی انتخاب سے کوئی سروکار نہ تھا۔

خُدا کا مقرر کیا ہوا خلیفہ کیوں؟ — اور کس لئے؟ ان دُنیاوی خلیفاؤں کی بیعت کرے۔ جب کہ خدا کی طرف سے ہر دنیاوی چیز پر اس کو پورا پورا تصرف اور اختیار حاصل تھا اور آج بھی ہے۔ اگر دنیا کا ہٹ دھرم طبقہ نہیں مانتا تو نہ مانے ان کی ذات

کوئی اثر نہیں پڑتا۔

بیت

قد ظل یھجر سید البشر — اوصی النبیؐ فقال قائلھم
یھجر و قد اوصی الی عمر — داں ابا بکر اصاب ولم

ترجمہ

افسوس ہے کہ جب اپنے مرض الموت میں حضرت رسولؐ وصیّت کرنے لگے تو کہنے والوں نے کہہ دیا کہ سید البشرؐ (نبیؐ) ہذیان بک رہے ہیں۔ مگر جب ابوبکرؓ نے حالت مرض الموت میں عمرؓ کی خلافت کے لئے وصیّت کی تو وہ ہذیان نہیں سمجھا گیا۔
میں اپنی اس کتاب کو درج ذیل شعر پہ ختم کرتا ہوں

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

آخر میں بخدمت سید الاولیا امام الانس والجان ولی العصر والزمان الحجتہ ابن الحسن سلام و علی آبائہ الطاہرین عمل اللہ فرجہ کی بارگاہ میں اس حقیر تحفہ کو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں پیش کر رہا ہوں۔ مجھے اپنی کم مائیگی کا پورا پورا اعتراف ہے لیکن اس سلسلہ میں قدم بہ قدم آپ کی امداد کے سبب اس کو تکمیل کے زیور سے آراستہ کر کے آپ کی خدمت میں نذر کر رہا ہوں۔ میری بضاعت کو قبول فرمایئے۔ اور میرے دامن کو دنیوی و آخری نعمتوں

سے مالا مال کر دیجئے اور میرے والد محمد عسکری خاں مرحوم کی مغفرت فرما دیجئے۔

قارئین کرام

آپ کے ذہن میں یہ ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے؟

کہ

حضرت علی علیہ السلام نے

اپنے حق اور خلافت کے چھینے جانے، اور مصائب کے وقت تلوار کیوں نہیں اٹھائی؟ چاہے نتیجہ کچھ ہی ہوتا!

اس سوال کے جواب میں میں آپ کی خدمت میں دو مضمون پیش کرتا ہوں پہلا مضمون جناب مولانا غلام عسکری صاحب کا ہے۔ جس کا عنوان "حضرت علیؑ کی حکیمانہ خاموشی" دوسرا مضمون جناب ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی صاحب کا جس کا عنوان "حکومت ربانی"۔ ان دونوں مضامین کے پڑھنے کے بعد میں پوری پوری امید کرتا ہوں کہ اس الجھن سے آپ کو نجات مل جائے گی۔

وصی

حضرت علیؑ کی حکیمانہ خاموشی

جناب مولانا میر غلام عسکری صاحب۔

وفات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد حضرت علیؑ کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے سطحی ذہنوں میں بعض سوالات بلکہ اعتراضات حضرت علیؑ کے بارے میں پائے جاتے ہیں جن کو علیؑ کے دشمنوں نے کچھ اس طرح اچھالا ہے کہ غیر تو غیر جناب امیرؑ کو امام و مولا ماننے والوں کو بھی الجھن کا سامنا کرنا ہوتا ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ حالات ماحول، واقعات کو ان کے اسباب و نتائج کی روشنی میں قابل لحاظ غور کے ساتھ سمجھا جائے تاکہ معلوم ہو کہ "الجھنیں،، اصل میں "حکمتیں،، ہیں ناواقف کے لئے حکمت ہمیشہ الجھن ہی بنی رہتی ہے لغت میں دو لفظ ملتے ایک جوش دوسرا ہوش دونوں کے تقاضے اور نتائج اور طریقہ ہائے کار میں بنیادی اور عظیم فرق ہے جہاں دونوں کے مناسب اور لطیف امتزاج سے فرد و قوم کی تعمیر ہوتی ہے وہاں غیر معتدل ہو کر ہر ایک تخریب کا سبب بھی بنتا ہے مذکورہ بالا مفہوم کو سمجھنے کے لئے ذیل کی مثال کو تفصیل کے ساتھ سمجھنا بہتر ہوگا۔

ہم ایک برتن میں پانی رکھتے ہیں پانی کا مزاج پستی کی طرف مائل ہے ابھی اس میں نہ کوئی قوت ہے نہ حرکت لیکن برتن کے نیچے جب آگ جلائی

جاتی ہے تو صورتحال بدلتی ہے اگرچہ آگ و پانی میں بیر ہے مگر برتن درمیانی رابطے کا کام کرتا ہے کہ آگ کو بجھنے سے محفوظ رکھتا ہے پانی میں گرمی پیدا کرتا ہے گرمی بڑھتی رہتی ہے۔ پانی میں جوش آتا ہے۔ اور ساکن پانی میں حرکت بے جان پانی میں حرکت پیدا ہوتی ہے پستی کی طرف رخ کرنے والا پانی مائل بہ فراز ہوتا ہے اس کے لطیف اجزاء بھاپ بن کر اٹھنا شروع کرتے ہیں اگر بھاپ کو نکال دیں تو جوش کم ہو جائے گا اگر بالکل نہ نکلنے دیں تو برتن پھٹ کر تباہی کا سامان بننے لگا۔ برخلاف اس کے اگر آگ کو ایک معیار پر قائم رکھیں بھاپ کو جمع رکھیں رہیں۔ اور مناسب طور پر خرچ کریں تو انجن چلنے لگتے ہیں ہم روز دیکھتے ہیں ریل اسی بھاپ سے چلتی ہے۔

مذکورہ بالا مثال کی تین باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں اگر آگ نہ ہوتی تو جوش نہ پیدا ہوتا اور جوش نہ ہوتا تو حرکت، قوت اور زندگی نہ ہوتی لیکن اگر جوش کو بڑھاتے جائیں تو بھاپ کو بالکل بند کرنا تباہی کا سبب ہوگا بالکل نکال دینا ضعف بنے گا اس کے برخلاف اگر بھاپ پر قابو رکھیں تو یہ قوت صرف قوت تعمیر ہوتی ہے۔ انسان میں غصہ آگ ہے تہمارا ہے گا تو جلے گا اور جلائے گا۔ غصے سے حرکت میں آنے والی قوتوں کو غصہ اتارنے میں صرف کرنا کمزوری کا سبب بنے گا لیکن غصے کو قابو میں رکھنے سے شجاعت پیدا ہوگی۔ جوش کا نہ ہونا موت ہے نہ زندگی میں محض جوش تباہی ہے۔ البتہ دونوں کو معتدل رکھنے سے شجاعت پیدا ہوگی جس سے فرد و قوم کے اخلاق و کردار کی تعمیر ہوگی۔ جناب امیرؑ کی وفات پیغمبرؐ کے بعد کی زندگی کو جب محض جوش کے تقاضوں سے دیکھا

جائے گا تو ہر جگہ زندگی قابل اعتراض معلوم ہوگی۔ ہر روشن نکتہ چیلنج کے قابل دکھائی دے گی لیکن اگر جوش کو ہوش کے قالب میں دیکھ کر علیؑ کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تو علیؑ کی حکیمانہ زندگی پر فریفتہ ہونا پڑے گا۔ یقیناً علیؑ سے یہ پُر جوش مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ خلافت چھننے اور مصائب کے وقت تلوار کیوں نہیں اٹھائی چاہے نتیجہ کچھ بھی ہوتا۔"

مگر علیؑ نتیجہ کچھ بھی ہو تا کے قائل ہوتے تو آج علیؑ سب کچھ ہونے کے بجائے کچھ بھی نہ ہوتے۔

وفات پیغمبرؐ کے بعد علیؑ کی حکیمانہ خاموش زندگی ہوش کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ نہ بھولنا چاہئے کہ وفات پیغمبرؐ سے پہلے بھی علیؑ ہوش نہ کھوتے تھے۔ شب ہجرت نبیؐ کے ساتھ رہنے کے جوش کے بجائے علیؑ بستر نبیؐ پر سو کر فداکارانہ ہوش کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جنگ اُحد میں مسلمانوں بلکہ اصحاب پیغمبرؐ کے جوش فرار کو دیکھ کر بھی آپ ہوش کو باقی رکھتے ہیں۔ جنگ خندق میں جب عبدود کا فرزند عمرو سراپا جوش بن کر آتا ہے تو علیؑ اس کے مقابلہ میں سراپا ہوش بنکر آتے ہیں آج جوشِ کفر اور ہوشِ ایمان نظر آتا ہے۔ سراپا جوش اور کل کفر عمر ابن عبدود کے مقابلے پر علیؑ سراپا ہوش کل ایمان بن کر جاتے ہیں وہ جوش میں نبیؐ کے خیمہ پر نیزہ زن ہے مسلمانوں کی بزدلانہ خاموشی پر طعنہ زن ہے جوش میں بھر کر اپنے وفادار گھوڑے کو پیئے کئے دیتا ہے تو علیؑ سکون کے ساتھ تلوار کے سائے میں کھڑے ہوکر دفع شر کے لئے اسلام کو پیش کر رہے ہیں۔ عمرو کے انکار اسلام پر نا جنگ معاہدے کی پیش کش کر رہے ہیں

اور عمروؓ کے سینے سے اُتر کر جوش پر ہوش کی بلندی کا مظاہرہ کر رہے ہیں ایسے باہمہ ہوش علیؑ سے وفات پیغمبرؐ کے بعد "مجسم جوش" بن جانے کا مطالبہ اندازہ کی غلطی ہے بلکہ علیؑ سے زندگی کی قدروں کو بدلنے کا مطالبہ ہے۔ جو اگر کسی کے لئے قابل عمل بھی ہو تو روش پر مر مٹنے والے حسینؑ کے باپ علیؑ کے لئے بہر حال ناقابل عمل بلکہ ناممکن ہے۔ حالات کا ذرا تفصیل سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ علیؑ کی روش کو متعین کرنے میں مدد ملے۔ ورنہ آنکھیں بند کرکے منھ کھول دینے میں کیا لگتا ہے۔ زبان اپنی ہے ایک سانس میں جتنے چاہو علیؑ پر اعتراض کر ڈالو۔ جب اعتراض سے خدا اور رسولؐ کی ذات نہیں بچ سکی تو علیؑ کیسے بچ سکتے ہیں۔ بلکہ اعتراض ہوتا ہی ہے اس پر جس کی بلندی دل میں تسلیم ہوتی ہے۔ چاہے زبان سے اقرار نہ ہو۔ لہٰذا اگر علیؑ پر اعتراض نہ ہوتے تو بلندیٔ ذات علیؑ مشتبہ رہ جاتی۔ علیؑ سے میری باہوش عقیدت مخالف کے "معترضانہ جوش" کی شاکی نہیں بلکہ شکر گذار ہے کہ اعتراضوں نے علیؑ کے مزید سمجھنے میں نہ صرف مدد دی بلکہ اس حد تک سمجھنے پر مجبور کیا کہ اب شک و شبہ کے پر میرے یقین کو چھونے سے پہلے خود ہی جل جاتے ہیں۔ بے شک جب خدا کی مرضی ہوتی ہے تو دشمن یوں ہی سبب خیر بنتا ہے۔

یقیناً حضور سرور کائناتؐ نے اپنی زندگی میں مسلسل اور واضح طور پر اُمت کی قیادت کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو نامزد کیا تھا۔ یہ بات اُمت بھی جانتی تھی اور حضرت علیؑ بھی۔ لیکن یاد رکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ نبوت نے جہاں امامت کے حقوق اپنے جیسے قائم کئے تھے وہاں فرائض بھی اپنے جیسے رکھے تھے۔ حقوق کو یاد رکھنا اور پورا کرنا

اُمت کا کام تھا۔ فرائض کو انجام دینا حضرت علی علیہ السلام کا فرض تھا اگر اُمت حقوق کی ادائیگی میں خلاف ورزی حکم رسولؐ کرتی ہے تو علیؑ سے مطالبہ کرنا کہ وہ فرائض کو بھول کر اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے تلوار اٹھالیں کتنا بے جا مطالبہ ہے۔ فرعون نے بندگی بھلائی مگر خدا نے خدائی نہیں چھوڑی۔ اُمت نے پیروی چھوڑی مگر نبیؐ نے ہدایت نہیں چھوڑی تو مسلمانوں کے غلط طرز عمل پر جناب امیرؑ اپنے فرائض مشکل کشائی اور فرائض قیادت کیوں چھوڑ دیتے۔ اعتراض ہے کہ آپ تلوار کیوں نہیں اٹھاتے جب کہ تلوار اٹھانے کے نتیجے میں معترض بھی کسی قابل اطمینان صورت حال سے اپنے ذہن کو خالی پاتا ہے ورنہ "چاہے نتیجہ کچھ بھی ہوتا" کا جملہ زبان تک نہ آتا۔ تلوار نہ اٹھانے کے مصالح تب ہی سمجھ میں آسکتے ہیں جب تلوار اٹھانے کی صورت میں جو نتائج پیدا ہوتے ان کا صحیح جائزہ لیا جائے۔

تلوار نہ اٹھانے کی صورت میں جو نتائج پیدا ہوتے ان کا صحیح جائزہ لیا جائے تلوار اٹھانے کے بعد دو ہی صورتیں پیدا ہوسکتی تھیں یا حضرت علیؑ کو ساتھی ملتے یا نہ ملتے کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے زمانہ پیغمبر میں ۲۳ سال تک جو اسلام کی سرفروشانہ خدمات انجام دی تھیں ان کے پیش نظر مسلمان آپ کی مدد و نصرت کے لئے ضرور کھڑے ہوجاتے۔ لیکن صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے حضرت علیؑ نے جو اسلام کی خدمتیں انجام دی تھیں وہی مددگاروں کو کم کرنے کا سبب بن رہی تھیں۔ آپ کے ہاتھوں جس قدر لوگ قتل ہوئے تھے ان کے وارث اب مسلمان ہو کر علیؑ کی مخالفت میں کمربستہ تھے قبیلے کے رشک و حسد نے علیؑ کے متفرق مجمع کو جمع کرنے میں مدد دی تھی۔ ذیل میں دو تاریخی باتیں درج کی جاتی ہیں جن سے اندازہ ہوجائیگا

کہ آپ اپنے حق کو طلب کرنے کے لئے اٹھتے تو ساتھی نہ ملتے۔ ساتھی نہ ملنے کا آپ کو یقین تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا مگر پھر بھی آپ نے احتجاج کیا۔ ایک ایک سے کہا۔ جناب فاطمہؑ کو لے کر گئے مگر سب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اب تو حکومت قائم ہو چکی ہے۔ ہم مدد کرنے سے معذور ہیں کیا اس کے بعد بھی یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ تلوار لے کر اٹھتے۔ بعض جوشیلی طبیعتیں اب کہیں گی کہ کچھ بھی تھا مگر آپ کو تلوار اٹھانا چاہیئے تھی۔ یعنی ساتھی نہ بھی ملتے تب بھی آپ تلوار اٹھاتے تو نتیجہ کیا ہوتا۔ یہی تو کہ آپ شہید ہو جاتے لو ظاہر ہے کہ جو بھی ماننے والے موجود تھے وہ اپنی زندگی میں آپ کو شہید نہ ہونے دیتے۔ جس طرح کربلا میں امام حسینؑ تب ہی شہید ہوئے جب کوئی نہ تھا واضح صورت حال یہی تھی کہ اگر آپ تلوار اٹھاتے تو نہ صرف خود شہید ہوتے بلکہ کل سرمایہ ایمان ختم ہو جاتا۔ اور واقعۂ کربلا افراد و اشخاص کی تبدیلی کے ساتھ ۵۰ سال قبل کربلا کے بجائے مدینے میں واقع ہو جاتا اور آسانی سے یہ بات کہی جاتی کہ علیؑ ناحق لڑے اور قتل ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ امامت جو اب تک قائم ہے جس کی پوری تاریخ ہے اور جس تاریخ میں حقیقی اسلام کے مکمل خدوخال مل جاتے ہیں۔ آج نہ یہ تاریخ ہوتی اور نہ اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے والا کوئی مذہب موجود ہوتا۔!

شہادت عظیم درجہ ہے اور یقیناً اچھی چیز ہے مگر ہر اچھی چیز کے لئے محل اور موقع کا اچھا ہونا ضروری ہے۔

شب ہجرت اگر پیغمبرؐ شہید ہو جاتے تو حضورؐ کو درجۂ شہادت

مل جاتا لیکن آج اسلام نہ ہوتا۔ لہٰذا اللہ نے شہادت کے بجائے نبیؐ کی حفاظت کر کے بتایا کہ اسلام کو نبیؐ کی زندگی کی ضرورت ہے اس طرح اگر جناب امیر علیہ السّلام تلوار اٹھاتے اور قتل ہو جاتے تو آج ایمان اور اس کی تاریخ کا وجود نہ ہوتا۔

وفات آنحضرتؐ کے بعد ایمان کو علیؑ کی زندگی کی ضرورت تھی جس کے لئے آپ نے خاموشی اختیار کی مگر صرف خاموشی نہیں بلکہ حکیمانہ خاموشی! ـــــ جس کے سائے میں ایمان بچا بھی پلا بھی ـــــ اور یوں پروان چڑھا کہ آج تک قائم ہے ـــــ اور وہ دن بھی انشاء اللہ آئے گا جب علیؑ کا آخری دلبند " واشرقت الارض بنور ابّھا " کے مطابق زمین کو اسلام سے جگمگا دے گا۔

قطعہ

در مدح حضرت قائم آلِ محمدؐ

اَب آ ہی جاؤ مسیحِ دوراں کہ زندگی کا یقیں نہیں ہے
جہاں میں سب عیش کے ہیں ساماں کون قلبِ حزیں نہیں ہے
ہزاروں منزلِ نقش بپا یہ ہوں گے، ہزاروں بیعت کریں گے مولا!
اَب آ ہی جاؤ یقین مانو یہ کربلا کی زمیں نہیں ہے

(معجز جونپوری)

حکومتِ ربانی

(ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی مرحوم پی، ایچ، ڈی)

سرکارِ دو عالمؐ کی رحلت کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی حکیمانہ خاموشی کے اسباب بیان کرتے ہوئے فاروقی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ "واقعہ یہ تھا کہ مسلمان خلافتِ الٰہیہ کا حقیقی مقصد نہیں سمجھتے تھے (تمام عالم کے لئے) الٰہی حاکمیت کا تصور چونکہ بالکل نیا تھا اور تاریخ میں اس کی کوئی سابقہ مثال موجود نہیں تھی اس لئے عرب عوام بھی جو اب بظاہر شرف صحابیت سے مشرف ہو چکے تھے ایک ایسی حکومت کا تصور اپنے دلوں میں پیدا نہیں کر سکتے تھے جس میں اختیاراتِ حکومت انسان کے بجائے اللہ کے ہاتھ میں رہیں۔ عرب خلافت کو عربی حکومت کا مترادف سمجھتے تھے اور حکومت کے سلسلے میں ان کے تصورات وہی تھے جو ساری دنیا میں عام تھے وہ "خلافت الٰہیہ" کی نزاکتوں، حکمتوں، اور اس کے اندازِ کار سے ناواقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اجلۂ صحابہ بھی یہ سمجھتے تھے کہ ہر مسلمان دنیائے اسلام کی سیادت و قیادت کے فرائض انجام دے سکتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت علیؑ کے بجائے کسی اور کو خلیفہ (حاکم) بنا دیا جائے۔

اگر حضرت علی علیہ السلام ان حالات میں تلوار اٹھاتے تو عام طور پر یہی خیال کیا جاتا کہ آپ اپنی ذات کے لئے حکومت کے طالب ہیں اور آپ کی اس جنگ کو ہرگز کوئی اصولی اہمیت نہ دی جاتی۔ ایسی حالت میں آپ نے وقتی طور پر خاموشی اختیار فرمائی تاکہ مسلمان خود دیکھ لیں کہ ان کے مقرر کردہ افراد منشائے حقیقی کی تکمیل نہیں کر سکتے اور اصل حقیقت کا جب مسلمانوں کو خوب تجربہ ہو جائے تو اس الٰہی حاکمیت کے اصولوں کی طرف متوجہ ہو جائیں جس کے علمبردار امیر المومنین حضرت علیؑ تھے۔ چنانچہ وہی ہوا جو حضرت علیؑ چاہتے تھے محض ۲۵ سال کی مدت میں دنیائے اسلام کے حالات اتنے بگڑے کہ مسلمان متوحش اور سراسیمہ ہو گئے اور ان کو یہ سمجھ لینا پڑا کہ ملت کی فلاح اور دین کی بقا، مسلمانوں کی وحدت۔ ملک کے امن اور اسلام کے فروغ کے لئے ضروری ہے کہ خلافت الٰہیہ کے اسی نظام صالح کی جانب رجوع کیا جائے جس کے قیام کا اعلان حضرت رسالت پناہ نے میدان غدیر میں فرمایا تھا۔

(۱) مسلمانوں کو تجربات کی روشنی میں یہ سمجھ لینا پڑا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "من کنت مولاہ فہذا علی مولا" کا اعلان اس لئے نہیں فرمایا تھا کہ علیؑ ان کے داماد یا بھائی تھے بلکہ مسلمانوں کی سیادت و قیادت کے لئے جس شخص کو نامزد کیا گیا تھا وہ خلافت الٰہیہ کے اسرار و رموز کا حقیقی امین اور ان عظیم صلاحیتوں کا حامل تھا جو حکومت الٰہیہ کے نفاذ کے لئے ضروری ہوا کرتی ہیں۔

(۲) عربوں کے ایک طبقہ کا یہ خیال تھا کہ پیغمبرؐ اسلام کی سعی ترویج دین کا مقصد اپنی خاندانی حکومت کا قیام ہے اور ان کا لایا ہوا دین دراصل

قیامِ حکومت کے لئے ایک آڑ یا بہانہ ہے۔ یہی وہ خیال تھا جس کا اظہار یزید نے بھی حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک پیش ہونے کے وقت اپنے چند اشعار میں کیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام، حضرت رسولؐ اکرم اور آپ کی تحریک قیامِ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل جاتا مگر امیر المومنین علیہ السلام اور اہلبیت عصمت و طہارت کی خاموشی نے دشمنان اسلام کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے یہ حربہ چھین کر ساری دُنیا پر یہ واضح کر دیا کہ پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد صرف کچلی ہوئی انسانیت کو معراجِ کمال سے ہمکنار کرنا تھا۔ اور اپنی خاندانی بادشاہت قائم کرنا نہیں تھا۔ نیز اگر حضرت رسولؐ اکرم نے میدانِ غدیر میں علی علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کیا تھا تو اعلان کا مقصد بھی بادشاہت کو اپنے گھرانے میں محدود کرنا نہیں تھا بلکہ حضرت علیؑ کے انتخابِ خلافت کی وجہ صرف یہ تھی کہ ساری دنیائے اسلام میں ایک علیؑ ہی کی ذات ایسی تھی جو خلافتِ ربانی و حکومتِ الٰہی کی مہتمم بالشان اور عظیم المرتبت ذمہ داریوں کو سنبھال سکتی تھی۔

دشمنانِ اسلام کو چھوڑیئے میں تو یہ جانتا ہوں کہ خود مسلمان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی خاندانی حکومت کے قیام کا الزام لگانے سے نہ چوکتے اس لئے کہ جو مسلمان فاسق و فاجر یزید کے مقابلہ میں فرزندِ رسولؐ کے جہادِ شرعی کو حصولِ حکومت کی جنگ قرار دے کر، یزید کی برئیت کے لئے جگر گوشۂ رسولؐ کو بدنام کر سکتے ہیں وہ اپنے مفادات پر ضرب لگتے دیکھ کر خود حضرت رسول اللہ صلعم پر بھی تہمت لگانے سے نہ چوکتے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خاموشی

نے سرورِ دوعالمؐ کی ذاتِ گرامی کو ہمیشہ کے لئے اس الزام سے بچا لیا۔
(۳) امیرالمومنین علیہ السلام امام تھے اور امام کی حیثیت سے آپ کا اولین فرض اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنا، مسلمانوں کے نفوس کا تزکیہ کرنا اور دینِ مبین کی صداقتوں کو اجاگر کرتے ہوئے علم و حکمتِ ربانی کو عام کرنا تھا اگر آپ جنگ میں الجھ جاتے اور ایک ایسے وقت میں جنگ کا آغاز کر دیتے جبکہ مسلمان الٰہی حاکمیت کے اصولوں اور اس کی گہرائیوں سے قطعاً ناآشنا تھے تو تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے مواقع بھی باقی نہ رہتے، مسلمانوں کا ایک طبقہ اس دھوکہ میں کہ آپ اپنی ذات کے لئے حکومت کے طالب ہیں۔ بڑی شدت سے آپ کا مخالف ہو جاتا اور اس طرح تبلیغ اسلام اشاعت اسلام کی راہیں بڑی حد تک مسدود ہو جاتیں آپ کی خاموشی نے مسلمانوں میں یہ اعتماد پیدا کر دیا کہ آپ حصولِ حکومت کے خواہشمند نہیں ہیں چنانچہ جب آپ کی بے لوثی ثابت ہو گئی تو نظامِ سیاست و حکومتِ اسلامیہ کے سلسلے میں آپ کی رائے دقیع ہو گئی اور مسلمان اسے توجہ کے ساتھ سننے پر مجبور ہو گئے اس طرح آپ کو یہ موقع ملگیا کہ آپ الٰہی حکومت کے اسلامی اصولوں کی سرگرم اشاعت فرمائیں۔ اور مسلمانوں کو اس غلط راہ سے جس پر وہ چل پڑے تھے اس صحیح راہ پر واپس لائیں جسے سرکارِ دوعالمؐ نے پیش فرمایا تھا۔

حضرت علیؑ کے مطابق یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ آپ امام تھے بادشاہت کے دنیادار مدعی نہیں تھے آپ کا کام نفوس کی اصلاح کرنا تھا تلوار کے بل پر ہر قسم

کو اپنے آگے جھکانا نہیں تھا۔ آپ یہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کے نفوس میں خامیاں پیدا ہو چکی ہیں ان کے ذہن کچے ہیں اور وہ الٰہی حکمت کے اعلیٰ تر اصول کے مقابلہ میں دنیاوی حاکمیت کے تباہ کن تصورات کو ترجیح دے کر دانستہ طریقہ پر خود اسلام سے ایک خوفناک ٹکر لے رہے ہیں ایسی حالت میں ایک امام کی حیثیت سے آپ کا یہ فرض تھا کہ آپ مسلمانوں کو موعظۂ حسنہ کے ذریعے صحیح راہ پر لگائیں ان کو "صراطِ مستقیم" دکھائیں۔ اور ان کو اسلام کے بنیادی مقاصد سے آگاہ فرمائیں اور تبلیغ حق کا حق ادا کریں۔ فرمانِ قرآنی کی روشنی میں تبلیغ دین کا کام تلوار کے ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا۔ (ترجمہ)

اللہ کی راہ میں حکمت اور موعظۂ حسنہ سے گریز کرنے والوں کا سر تلوار جھکا سکتی ہے مگر دنیا والوں کے دلوں کی دنیا میں انقلاب نہیں پیدا کر سکتی۔ پھر دین کے سلسلہ میں جبر کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت علی علیہ السلام کا کام نہ تو جبراً خلافت پر قبضہ کرنا تھا اور نہ آپ بزورِ شمشیر عربوں کا دین کا وہ تصور قبول کرنے پر مجبور کرنے کے مجاز تھے جس کے آپ علمبردار تھے۔

قرآن پاک کا فرمان ہے کہ "لا اکراہ فی الدین" دین میں کوئی جبر نہیں "، اور امیرالمومنین علیہ السلام تو اس فرمان کے مطابق عربوں کو بجبر یا بنوک شمشیر الٰہی حاکمیت کا اصول قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے تھے بس آپ یہی کر سکتے تھے کہ خاموشی کے ساتھ دین کے صحیح تصور کی تبلیغ فرما دیں۔ اور تلوار کا سہارا لیتے ہوئے

پر سکون فضا میں مسلمانوں کو دین کے اس تصورات سے آشنا کریں جو حضرت ختمی مرتبت علیہ السلام دنیا کے سامنے فرمانا چاہتے تھے۔

پھر ایک مقام پر فاروقی صاحب لکھتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سامنے اسلام کی زندگی اور موت کا سوال تھا آپ جانتے تھے کہ مسلمانوں نے خلافت کے باب میں ایک خطرناک غلطی کی ہے لیکن اس کے باوجود مرتدین اور منافقین کی مشترکہ سازش کے مقابلہ میں مسلمانوں کا وجود باقی رکھنا آپ کے لئے ضروری تھا آپ جانتے تھے اگر مسلمان باقی رہا ہے تو بعد میں ان کو ان کی غلطی کا احساس دلا کر صراط مستقیم پر لایا جا سکتا ہے لیکن اگر خدا نخواستہ مسلمان ہی ختم ہو گئے تو پھر الٰہی حاکمیت کے قیام کی دعوت کسے دی جائے گی مسئلہ خلافت میں حضرت سرور کائنات علیہ السلام کی تعلیمات کسے یاد دلائی جائیں گی؟ اور اسلام کے ان عظیم اصولوں کو کس کے سامنے پیش کیا جائے گا جس کے آپ علمبردار تھے ایسی حالت میں آپ نے یہ ضروری تصور فرمایا کہ پُر آشوب دور میں خاموشی برقرار رکھی جائے۔ مرتدین و منافقین کی طاقت ٹوٹ جانے دی جائے اور ان مسلمانوں کو موت کے خطرہ سے بچا لیا جائے جن پر الٰہی حکومت کے قیام کی ذمہ داری ڈالی جا سکتی تھی آپ یہ جانتے تھے کہ مسلمانوں نے بھی انسانی حاکمیت کے غلط اصول کو اپنا لیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اصلاح نفس ہو جائے تو مسلمان اپنی اس

غلطی کا ازالہ بھی کر سکتے ہیں چنانچہ آپ کے دین کے حقیقی مفہوم کی اشاعت اور مسلمانوں کے تزکیۂ نفس پر اپنی پوری توجہ مبذول رکھی آپ کی اس سعیٔ جمیل کا یہ نتیجہ ہے کہ تیرہ سو سال تک بادشاہی نظام جاری رہنے کے باوجود مسلمانوں میں الٰہی حاکمیت کا فلسفہ آج بھی زندہ اور موجود ہے۔ اور انسانی حاکمیت کے انتہائی جبر و تشدد کے باوجود آج بھی دنیا اس حقیقت سے واقف ہے کہ اسلام کا مقصود حقیقی عربی یا ترکی شہنشاہیت نہیں ہے بلکہ وہ حکومت الٰہیہ ہے جس کے علمبردار حضرت علیؑ مرتضیٰ تھے۔

حضرت علیؑ مرتضیٰ کی شہادت کے بعد بھی آلِ رسولؐ خلافت الٰہیہ اور الٰہی حاکمیت اعلیٰ کے تصور کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہی حضرت امام حسنؑ علیہ السلام نے محض اس لئے امیر معاویہ سے صلح کرلی کہ اگر آپ صلح نہ کرتے تو لازماً دوسرا واقعہ یہی تھا کہ جنگ جاری رکھی جائے، جنگ کے دو ہی نتیجے ہو سکتے تھے۔

(۱) فتح

(۲) شکست

شکست کے نتیجہ میں آپ کے افراد خاندان ذبح کر ڈالے جاتے تو الٰہی حاکمیت کے تصور کی تبلیغ و اشاعت کرنے والا دنیا میں کوئی باقی نہ رہتا۔

فتح کے نتیجہ میں اگر آپ الٰہی حاکمیت کے ان اصولوں کو نافذ فرماتے جن کو آپ کے پدر بزرگوار نے اپنے دوران حکومت نافذ فرمایا تھا تو عوام کے نفوس اس درجہ خراب ہو چکے تھے کہ وہ ان اصولوں کے

کے متحمل نہ ہوتے اور بغاوتوں کا لامتناہی سلسلہ جاری رہتا۔ مفاد پرستی، زرپرستی اور جاہ پرستی عوام کے دلوں میں اس درجہ سرایت کر چکی تھی کہ وہ صالحین امت کی حکومت گوارہ ہی نہیں کر سکتے تھے۔ ایسی حالت میں مقصدی اقدار اور اصولی حیثیت سے فتح بے سود ہوئی ہوتی۔ البتہ فتح اس صورت میں فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے کہ آپ بھی معاذ اللہ دنیاوی سیاست کو اپنا لیتے اور جن تدبیروں سے اوروں نے اپنی حکومت کو مضبوط بنایا وہی آپ بھی اختیار فرما لیتے۔ مگر یہ چیز تو جب ہی ممکن تھی کہ آپ ذاتی یا خاندانی بادشاہت کے قیام کے حامی ہوتے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں انسانی حکومت کے اصول کو تسلیم کر لیتے۔ لیکن چونکہ آپ کا مقصد ذاتی حکومت قائم کرنا نہ تھا اور آپ حکومت الٰہیہ کے قیام کے مدعی تھے اس لئے آپ نے اس "خلافت" کو چھوڑ دیا جو انسانی حاکمیت کا مترادف قرار پا چکی تھی۔ اور اپنی ساری قوت اسلام حقیقی کی اشاعت اور ان ہی اصولوں کی تبلیغ پر مرکوز کر دی:۔

خطبہ شقشقیہ

حضرت علی علیہ السلام کا خود اپنا کلام

جو آپ نے خلافت کی محرومی کے سبب

بمقام رحبہ ارشاد فرمایا

یہ خطبہ "خطبہ شقشقیہ" کے نام سے موسوم ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کے مشہور ترین خطبات میں سے ہے اس خطبہ کو امیر المومنین نے بمقام رحبہ ارشاد فرمایا تھا شقشقہ گوشت کا وہ نرم لوتھڑا ہے جو اونٹ کے منہ سے مستی و ہیجان کے وقت نکلتا ہے اس خطبہ کے بعد ذہن سے ہر قسم کے سوالات مومنین کرام کے دل و دماغ سے نکل جانا چاہئے۔ خصوصی طور پر یہ سوال کہ علیؑ نے اپنے حق کی حصولی کے لئے تلوار کیوں نہیں اٹھائی" بالکل ذہن سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس خطبہ نے ہر قسم کی غلط فہمی دور کر دی ہے میں نے قارئین کے

کے لئے "نہج البلاغہ" اردو ترجمہ از مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ ناشر امامیہ کتب خانہ مغل حویلی لاہور سے صفحہ ۸۸ سے ۹۰ تک بعنوان خطبہ نمبر ۳ کو پیش کر رہا ہوں۔

"خدا کی قسم فرزند ابو قحافہ نے پیراہن خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت پر وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیل (کھونٹی) کا ہوتا ہے۔ میں وہ (کوہ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ اس کے باوجود میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس سے بھیانک تیرگی پر صبر کروں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرین عقل نظر آیا لہٰذا میں نے صبر کیا حالانکہ آنکھوں میں غبار اندوہ کی خلش تھی اور حلق میں غم و رنج کے پھندے لگے ہوئے تھے میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابن خطاب کو دے گیا پھر حضرت نے بطور تمثیل اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا۔

"کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں
وہ دن جو حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا!"

تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کیلئے استوار کرتا

گیا۔ بیشک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا اس نے خلافت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا جس کے چرکے کاری تھے جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو اس کی منہ زوری سے اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہوا جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہو جائے گا۔ اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے ایزدی کی قسم! لوگ کجروی۔ سرکشی۔ متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔

میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا اور خلافت کو ایک جماعت میں محدود کر گیا اور مجھے بھی اسی جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق و فضیلت میں کب شک تھا جو اب ان لوگوں میں میں بھی شامل کر لیا گیا ہوں۔ مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ کرتا رہوں۔ ان میں سے ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر جھک گیا یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اس کے بھائی بند اٹھ کھڑے ہوئے

جو اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصل ربیع کا چارہ چرتا ہے یہاں تک کہ وہ وقت آگیا۔ جب اُس کی بٹی ہوئی رسی کا بل کھل گئے اور اس کی بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور شکم پُری نے اُسے مُنہ کے بل گرادیا جو میری جانب بجّو کے ایال (یال کی جمع) کی طرح ہر طرف سے لگاتار بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جارہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے وہ سب گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا۔ گویا انھوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ "یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیۓ قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ بے جا بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ ہاں ہاں خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس آیت کو سنا تھا اور یاد کیا تھا لیکن ان کی نگاہوں میں دُنیا کا جمال کھپ گیا اور اس کی سج دھج نے انھیں سمجھا دیا دیکھو اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے افراد کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کو اول سیراب کیا تھا اور تم اپنی دُنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابل اعتنا پاتے۔

خلیفہ مامون رشید عباسی کے دور کا مناظرہ

جس میں ثابت ہوا کہ

حضرت علیؑ ابن ابی طالب تمام افراد امت سے افضل تھے

کتاب تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمدؐ مولفہ آقائی بہلول بجت مفتی اعظم ترکیہ جس کا اردو ترجمہ سید عباس حسین صاحب نے کیا اور جس کے ناشر مطبع حیدری چھتہ بازار حیدرآباد دکن ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۷۱ھ میں طبع ہوئی۔ مجھے یہ کتاب جناب موسیٰ رضوی صاحب کے کتب خانہ سے ان کے والد بزرگوار کے ذخیرہ سے حاصل ہوئی ہے۔ میں ان کے والد جناب سید محمد ابراہیم رضوی مرحوم کے لئے ایک سورہ فاتحہ کی استدعا کرتا ہوں۔ جن کی وجہ سے یہ کتاب مجھ کو دستیاب ہوئی ہے۔ اس کتاب سے ایک زبردست مکالمہ صفحہ نمبر ۲ سے ۳۲ تک آپ کی مذہبی دلچسپی کی آسودگی کے پیش نظر پیش کر رہا ہوں۔

احمد ابن عبدربہ اہلسنت کے معروف علماء اور مشہور فضلاء سے ہیں۔ اپنی تصنیف "عقد الفرید جلد سوم فصل" فی احتجاج مامون مع علماء لبغداد فی تفضیل علی ابن ابی طالب علیہ السلام میں لکھا ہے کہ خلیفہ عباسی مامون نے تمام علمائے بغداد پر ثابت کر دیا کہ علی علیہ السلام تمام افراد امت سے افضل تھے،، اور اسی سے استدلال کرتے ہوئے مامون اور علماء کی پوری

گفت گو لکھی ہے جس کو ہم الفاظاً نہیں بلکہ معناً ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عبدربہ روایت کرتے ہیں کہ "اسحٰق ابن ابراہیم ابن اسمٰعیل ابن حماد ابن زید جو بغداد کے مشہور عالم اور اپنے زمانہ کے مجتہد تھے وہ کہتے ہیں کہ "ایک روز عہد ہارونی کے قاضی خلافت اور مفتی نافذالحکم یحییٰ ابن اکثم "میرے مکان پر تشریف لائے اور کہا کہ "خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ علمائے بغداد سے ایسے چالیس علماء منتخب کرکے کل اُس کے پاس پیش کروں جو احکام اور مسائل سے واقف اور ان پر دلائل و براہین قائم کرنے کی قدرت رکھتے ہوں تم جن کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہو ان کے نام بتلاتے جاؤ۔ اور میں لکھ لیتا ہوں۔ میں ایک ایک نام بتلا رہا تھا مگر یحییٰ نے وہی نام لکھے جن پر اُس کو اعتماد تھا جب چالیس نام پورے ہو گئے یحییٰ نے ان سب سے وعدہ لیا کہ کل صبح کو طلوع آفتاب کے وقت سب اُس کے مکان پر آجائیں۔ دوسرے روز سب جمع ہوئے وہیں نماز پڑھی اور یحییٰ کے ساتھ خلیفہ کے محل پر پہنچے۔ مامون کی حضوری میں پہنچتے ہی ہم کو بیٹھنے کی اجازت ملی۔ مامون کا لباس فاخرہ اور سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ ہمارے بیٹھتے ہی خلیفہ نے اپنا عمامہ سر سے اُتار کر ایک طرف رکھ دیا اور حکم دیا کہ ہم بھی اپنے عمامے اور عبائیں اُتار کر ایک طرف رکھکر آرام سے بیٹھیں اور ہماری راحت و آرام کے تمام اسباب فراہم کرنے کا حکم بھی دیدیا خلیفہ مامون نے احکام شرعیہ سے متعلق کچھ سوالات کئے اور ہم نے بھی حسب مراتب ان سوالات کے جوابات دیئے۔ اس کے ساتھ ہی خلیفہ نے یہ بھی کہا کہ اس وقت ہم کو بلانے کا یہ مقصد نہ تھا بلکہ ایک اہم مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے

ہم سے بحث کرنا چاہتا ہے۔

مامون:۔"میں خدا پر ایمان رکھتا ہوں اور حضرت علیؑ کو تمام خلائق سے افضل اور خلافت کے لئے تمام افراد سے بہتر جانتا ہوں اور آپ سے بھی خواہش کرتا ہوں کہ اس عقیدہ کو قبول کر کے اس خصوص میں اپنی رائے بیان کریں"۔

اسحٰق ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ "میں نے کہا کہ "علیؑ کے فضل و شرف کے متعلق خلیفہ کی نظر میں جو کچھ مواد ہو اسے ظاہر فرمادیں تاکہ حاضرین اس مسئلہ سے واقف ہو جائیں"۔

مامون نے اس کو قبول کرتے ہوئے کہا "اے اسحٰق" فضیلت کس چیز سے ثابت ہوتی ہے مثلاً فلاں شخص فلاں شخص سے افضل ہے اس کو کس طرح ثابت کیا جائے گا۔

اسحٰق نے جواب دیا "اعمال صالحہ لازم ہیں"۔

مامون:۔ اے اسحٰق جس روز رسول خدا لوگوں کو اسلام کی طرف بلا رہے تھے اس روز عمل صالح کے لحاظ سے کون افضل تھا۔؟

اسحٰق:۔ خلوص کے ساتھ (خدا کی وحدانیت کی) شہادت دینے والا سب سے افضل تھا۔ اسی کو اسلام پر سابق کہا جائے گا۔

مامون:۔ صحیح ہے کیا علی ابن ابی طالبؑ سب سے پہلے اسلام میں سابق نہ تھے۔

اسحٰق:۔ ہاں مگر علی ابن ابی طالبؑ نے جس وقت اسلام قبول کیا نابالغ تھے اور مکلفین سے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا حضرت ابوبکر تھے۔

مامون:۔ اے اسحٰق کیا علی ابن ابی طالب خدا کے الہام سے داخل ہوئے یا رسول اللہ کے کہنے سے" اسحٰق کہتے ہیں کہ میں دریائے فکر میں غرق ہو گیا۔

مامون :۔ اے اسحٰق یہ نہ کہو کہ "علی الہام الٰہی سے داخل دین اسلام ہوئے کیونکہ وحی رسولؐ خدا پر نازل ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ "علیؑ رسول خدا کی دعوت پر داخل ہوئے۔ اے اسحٰق ایک نابالغ بچہ کو دین قبول کرنے کی دعوت دینا کیا اس کو تکلیف مالایطاق نہ کہیں گے۔ اسحٰق کہتے ہیں کہ میں پھر اسی طرح فکر میں ڈوب گیا۔

مامون نے کہا :۔ "خدا فرماتا ہے۔ وما انا من المتکلفین" یعنی ہم کسی کو تکلیف مالایطاق نہ دیں گے۔ پس بالکل ظاہر ہے کہ علیؑ حالت تکلیف میں داخل دین اسلام ہوئے (یعنی قبول کرنے کے قابل اور ان میں سمجھنے کی صلاحیت تھی)

اسحٰق کہتے ہیں کہ "مامون نے پھر اپنے سوال کو دھراتے ہوئے کہا اے اسحٰق وہ احادیث واخبار جو تمہارے علماء نے علیؑ کی فضیلت وشرافت میں بیان کئے ہیں کیا علیؑ کے سوائے کسی دوسرے کے لئے بھی ایسے احادیث واخبار بیان کیے ہیں"؟

اسحٰق :۔ صحیح روایتیں جو علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شرافت وفضیلت میں آئی ہیں اُن حضرت کے سوائے کسی اور کے لئے نہیں آئیں۔

مامون نے کہا :۔ جو حدیث (حضرت) ابوبکر کی شان میں آئی ہے کیا اس حدیث کے مقابل ہو سکتی ہے جو علیؑ کی شان میں وارد ہوئی ہے" اسحٰق کہتے ہیں" میں نے کہا کہ یقیناً نہیں ہو سکتی ہے" کیا وہ احادیث جو (حضرات) ابوبکر و عمرؓ و عثمانؓ کے شان میں آئی ہیں علی علیہ السلام کے فضائل کے برابر ہو سکتی ہیں یا نہیں

اسحٰق :۔ برابر نہیں ہو سکتیں۔

مامون ۔ کیا قرآن پڑھتے ہو۔ ؟

اسحٰق نے کہا پڑھتا ہوں!

مامون :۔ سورہ ھل اتیٰ علی الانسان پڑھو۔

اسحٰق کہتے ہیں میں نے پڑھنا شروع کیا جب ولیطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نریدمنکم جزاء ولاشکورا" تک پڑھا تو مامون نے کہا

اے اسحٰق یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اسحٰق :۔ علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مامون :۔ حدیث " المبشرۃ بالجنۃ "، تم نے سنی ہے۔

اسحٰق :۔ ہاں سنی ہے۔

مامون :۔ اگر کوئی اس حدیث میں شک کرے تو کافر ہوگا یا نہیں

اسحٰق :۔ ہرگز کافر نہ ہوگا اسلئے کہ یہ روایت خبر واحد ہے۔

مامون ۔اے اسحٰق اگر کوئی شخص قران میں سورۃ ھل اتیٰ کے ہونے سے انکار کرے تو کیا ہوگا۔

اسحٰق :۔ کافر ہو جائے گا۔

مامون ۔ایسی صورت میں جو فضیلت مشتبہ روایت سے ثابت ہو اس کو اس فضیلت پر کیوں ترجیح دے رہے ہو جو قرآن کے آیات محکمات سے ثابت ہو رہی ہے۔

" اسحٰق کہتے ہیں کہ ہم نے سکوت کیا " خلیفہ نے پھر شروع کیا۔

"کیا حدیث طیر جانتے ہو؟"

کہا۔ " ہاں جانتا ہوں اور روایت بھی کرتا ہوں۔

مامون :۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے۔

ہم سب نے کہا۔ صحیح ہے۔

مامون :۔ اے اسحٰق خداوند متعال نے اپنے رسولؐ کی دعا قبول فرما کر اپنی عزیز ترین مخلوق کو بھیجا کہ رسولؐ اکرم کے ساتھ ہدیہ کا مرغ تناول فرمائیے" اسحٰق "، ہاں۔ مامون ، دعائے رسولؐ خدا کے اثر سے اس بھنے ہوئے مرغ کے کھانے والے علی علیہ السّلام تھے"

مامون :۔ بھلا اے اسحٰق کیا خدا و رسولؐ جانتے تھے کہ اُمت میں کون افضل ہے یا نہیں جانتے تھے۔

" اسحٰق "، جانتے تھے۔

مامون :۔ جب خدا و رسولؐ جانتے تھے کہ اُمت میں کون افضل ہے تو کیا افضل کو اختیار کیا یا مفضول کو؟ اسحٰق نے کہا افضل کو!

مامون :۔ اس صورت میں علی علیہ السّلام افضل خلق ہیں"

اسحٰق :۔ ابوبکر بھی فضیلت رکھتے ہیں۔

"ہوا کرے۔ ہم افضلیت ثابت کرنا چاہتے ہیں نہ کہ صرف بزرگی (فضیلت) لیکن اس موقع پر تم ان کی کونسی فضیلت بتلانا چاہتے ہو۔ مامون نے کہا!

اسحٰق :۔ ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ قال لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔

مامون :۔ مصاحبت ، فضیلت ظاہر نہیں کرتی۔ ممکن ہے کہ دو مصاحب باہم ایک دوسرے کے مغائر ہوں۔ تم نے قرآن مجید میں نہیں دیکھا وقال لصاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک)

اسحٰق :۔ اس آیت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے لا تحزن ان اللہ معنا "

مامون :۔ اے اسحٰق تم کو میں حق کی جانب مائل اور تعصب سے بری

جاتا تھا لیکن جب تم تعصب اور عداوت پر اتر آئے تو سنو! اے اسحٰق ابوبکر کا حزن خدا کے لئے تھا یا اپنی ذات کے لئے اگر کہو کہ خدا کے لئے تھا تو رسول خداؐ نے کیوں منع فرمایا اور اگر کہو کہ خود اُن کی ذات کے لئے تھا تو اس سے ان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

اسحٰق:۔ قرآن میں وانزل اللّٰہ سکینۃ ارشاد ہوا ہے۔

خلیفہ نے اس کے جواب میں کہا:۔ خدا نے یہ سکون قلب پیغمبر پر نازل فرمایا قلب ابوبکرؓ پر۔

اسحٰق:۔ رسولؐ پر نازل ہوا۔

مامون:۔ خدا فرماتا ہے۔ وانزل اللّٰہ سکینۃ علی رسولہ وعلی المومنین۔ جانتے ہو وہ کون ہیں جن پر رسول کے ساتھ سکینہ نازل فرمایا۔

اسحٰق:۔ آپ ہی فرمائیے وہ کون تھے؟

مامون:۔ جب جنگ حنین میں تمام اصحاب ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے رسولؐ خدا کی خدمت میں صرف سات بنی ہاشم رہ گئے تھے۔ عباس ابن عبدالمطلب رسول اللّٰہ کے چچا۔ حضرتؐ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ پانچ حضرات حضرتؐ کو گھیرے ہوئے تھے اور تنہا علی ابن ابی طالبؑ کفار سے جنگ کر رہے تھے۔ اگر ایسا ہی ہے تو سکینہ رسول اللّٰہؐ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ پر نازل ہوا تھا۔

اسحٰق:۔ کہتے ہیں کہ ہم سب کو معلوم تھا اس نے سب نے مامون کے اس قول کی تائید کی۔

مامون۔ خلوص سے (وحدانیت کی) شہادت دینے کے بعد سب سے

بہتر عمل جہاد فی سبیل اللہ ہوگا۔ کیا رسول اللہؐ کے اصحاب میں کسی صحابی کو بھی اس عمل میں علیؑ کے مقابل جانتے ہو۔

اسحاق نے پوچھا "کون غزوہ مراد ہے۔؟

اسحاق کہنے نہیں میں نے چاہا کہ بدر کو نمونہ قرار دوں۔

مامون :۔ اے اسحاق جنگ بدر میں کتنے کفار مارے گئے۔

اسحاق :۔ باسٹھ کافر مقتول ہوئے۔

مامون:۔ ان میں کتنے علیؑ کے ہاتھ سے مارے گئے۔

اسحاق :۔ بیس آدمی ـــ اور باقی بیالیس آدمیوں کو سب اصحاب نے ملکر قتل کیا۔

مامون :۔ ذرا حنین کا حال دیکھو۔

اسحاق :۔ فرمائیے!

"حنین" یہاں سب ناکام ہو گئے۔ صرف سات آدمی رہ گئے۔ اور تنہا علیؑ ابن ابی طالب ہی کفار سے مقابلہ کر رہے تھے باقی اصحاب کہاں تھے۔

اسحاق :۔ ابو بکر اس وقت رسول اللہؐ سے مشورہ کر رہے تھے۔

مامون۔ اے اسحاق جس امر میں رسول اللہؐ ابو بکر سے مشورہ کر رہے تھے کیا رسول اللہؐ خود کوئی مستقل رائے رکھتے تھے یا ابو بکرؓ کے مشورہ کے محتاج تھے۔

اسحاق :۔ جو احکام بحکم وحی پیغمبر جاری فرماتے تھے۔ ان میں رسول اللہؐ کو کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

مامون :۔ اے اسحق جن امور میں ابو بکر یا دوسرے صحابہ کی مداخلت کچھ اہمیت نہ رکھتی ہو اس کی کیا خصوصیت ہوگی کہ ایسے مجاہد کے برابر ہو جائے۔

اسحٰق :۔ جو اس جنگ میں شریک تھے، چاہے لڑے ہوں یا بیٹھے رہے ہوں ان کو جزا ضرور ملے گی۔

مامون :۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدائے ذوالجلال قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ "فضل اللّٰہ المجاھدین علی القاعدین درجۃ" (خدا لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں پر فضیلت دیتا ہے۔) اسحٰق کہتے ہیں کہ میں جواب نہ دے سکا۔

مامون :۔ کیا حدیث موالات سے واقف ہو۔

اسحٰق :۔ جانتا ہوں تمام راویوں کے نام نے کر جتنے طریقوں سے یہ حدیث آئی ہے اسحٰق نے بیان کر دیا۔

مامون: جب کسی کی ولایت علیؑ پر لازم نہیں کی گئی اور علیؑ کی محبت ابوبکرؓ اور عمرؓ اور دوسرے تمام اصحاب پر لازم کر دی گئی ہو ایسی صورت میں وہ کونسی فضیلت ہے جو دوسروں میں پائی جا رہی ہے۔؟ کسی سے جواب نہ بن پڑا سب خاموش رہے۔

مامون :۔ اے اسحٰق۔ حدیث منزلت سنی ہے۔

اسحٰق :۔ ہاں سنی ہے۔

مامون :۔ کیا یہ بھی جانتے ہو کہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام دونوں بھائی ایک ہی ماں باپ سے تھے۔

اسحٰق :۔ ہاں ٹھیک ہے۔

مامون :۔ یہ بھی جانتے ہو کہ علی علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اخوت ظاہری نہ تھی۔ (دونوں حقیقی بھائی نہ تھے)

اسحٰق :۔ جانتا ہوں۔

مامون :- پھر حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کیا منزلت رکھتے تھے -؟

اسحٰقؒ :- وصایت اور خلافت کی منزلت تھی -

مامون :- پھر علیؑ کی منزلت بھی رسول خداؐ کے ساتھ وہی خلافت اور وصایت تھی یا کچھ اور -

اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ بغداد کے چالیس۴۰ منتخب علماء کو سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ اس واضح حقیقت کو قبول کر لیں -

مامون نے آسمان کی جانب اپنا سر بلند کر کے کہا -

"الہی گواہ رہنا کہ میں نے علیؑ کی بزرگی اور ولایت کو ثابت کر دیا ـــــ اور لوگوں کو راہِ حق کی طرف بلایا ہے مگر ـــــ ہدایت کرنے والا تو وہی ہے "

مسئلہ جانشینی رسولِ خدا محمد مصطفیٰ خاتم النبیٔ اور

حضرت علی علیہ السلام

بڑھکر نبیؐ کی ذات سے کوئی بشر نہیں
بعد از نبیؐ علیؑ کی ولایت پہ ہے یقیں

علی اللہ کے ولی ہیں اور حضرت محمدؐ کے وصی ہیں اور خلیفہ ہیں بلا کسی فاصلے کے قدیم زمانہ سے یہ سُنّت خداوندی چلی آرہی ہے کہ خدا کی طرف سے بندوں پر حجت پوری کی جاتی ہے وہ حجت بھی تو نبی کے ذریعہ پوری ہوتی ہے یا بعض اوقات خداوند عالم اس حجت کو جانشین نبی کے ذریعہ پورا کرتا ہے تاکہ بندے یہ نہ کہیں کہ ہمیں ڈرانے والا کوئی نہ آیا۔ یہ سُنّت خداوندی ایسی ہے کہ جس کو اس نے اپنے اختیار ہی میں رکھا ہے خود نبیؐ کا انتخاب ہو یا اُسکے وصی کا۔ خداوند عالم نے اس کا اہتمام خود کیا جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ انی جاعلؐ فی الارض خلیفہ اسی طرح پھر ارشاد ہوا۔ یاداؤد انا جعلنات فی الارض خلیفہ پھر اپنے انبیا کی زبان سے ان کے جانشینی کا مسئلہ حل کروایا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کو اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بھائی ابن عم علیؑ ابن ابی طالب کو وصی اور خلیفہ نامزد فرمایا۔

عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُولِ اللّٰہِ وَخَلِیفَتُہٗ بِلَا فَصل۔

حضرت آدم سے لے کر خاتم النبیؐ تک جانشینی کا سلسلہ جاری رہا۔ ذیل میں ہم چند معتمد تاریخ سے کچھ عبارتیں نقل کر رہے ہیں تاکہ قارئین کرام یہ سمجھ سکیں کہ حضرت آدم سے لے کر جناب خاتم الانبیاء تک جتنے بھی مشاہیر انبیاء اور رسول گزرے ہیں انھوں نے اپنے بعد جانشین اور وصی بحکم خدا خود مقرر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ طبری حضرت آدمؑ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) حضرت آدم علیہ السلام موت سے پہلے گیارہ دن بیمار رہے اور اپنے فرزند شیثؑ کو وصی مقرر کیا اور اس وصیت نامہ کو لکھکر حضرت شیثؑ کے حوالے کیا۔

(طبری۔ جلد اول۔ ص۷۶)

اسی طرح جناب شیثؑ نے اپنے بیٹے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے مہلائیل کو اور مہلائیل نے اپنے بیٹے یارد کو اور اس نے اپنے فرزند ادریس کو وصی مقرر کیا۔ اور ادریس نے متلوشخ کو اور متلوشخ نے اپنے بیٹے ملک کو اپنا وصی و خلیفہ اور جانشین مقرر کیا جو حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے۔

(طبری۔ جلد ۱۔ ص۷۸، تاریخ کامل جلد ۱۔ صفحہ ۲۰)

جب حضرت نوح علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے سام کو وصی قرار دیا۔ (تاریخ کامل۔ جلد ۱۔ ص۲۶)

اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا حضرت ابراہیمؑ تک پہونچا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسحاقؑ اور اسحاقؑ نے یعقوبؑ اور جناب یعقوبؑ نے

اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو وصی اور خلیفہ مقرر فرمایا۔ بعد ازاں جناب یوسف علیہ السلام نے جس روز انتقال کیا انھوں نے اپنے بھائی یہودا کو وصی مقرر کیا۔ (طبری۔ جلد ا۔ صفحہ ۱۷۳)

حضرت ایوب کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی اور اپنی موت کے وقت انھوں نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور ان کے بعد ان کا بیٹا عبدان وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا۔ (طبری۔ جلد ا۔ صفحہ ۱۶۷)

حضرت موسیٰ نے بھی اپنا جانشین خود مقرر فرمایا اول حضرت ہارون کو اور جب ان کا انتقال ہوگیا تو پھر یوشع بن نون کو وصی بنایا۔
(طبری۔ جلد ا۔ صفحہ ۲۲۵)

اس طرح خداوند عالم کی اس سنّت پر عمل کرتے ہوئے حضرت یوشع بن نون نے کالب بن یوحنا اور انھوں نے اپنے فرزند یوسالوس کو خلیفہ بنایا۔ (کامل۔ جلد ا۔ صفحہ ۷۸)

جناب الیاسؑ پیغمبر اور ان کے بعد الیسعؑ اور جناب شعیا وغیرہ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔

حضرت داؤدؑ کی نسبت علامہ اثیر لکھتے ہیں۔

حضرت داؤدؑ نے اپنی عمارت مکمل کرنے سے قبل ہی انتقال کیا اور خلافت کی وصیت اپنے بیٹے سلیمانؑ کی طرف کی۔ (کامل۔ جلد ا۔ صفحہ ۷۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصایا میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ خداوند عالم نے انھیں شمعون کو وصی مقرر کرنے کا حکم دیا۔ اور حواریوں نے شمعون کی خلافت کو قبول کیا۔

(روضۃ الصفا جلد ا۔ صفحہ ۱۸۴)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ادریسؑ تک جن اوصیاء کا ذکر ہم نے کیا ہے ان تما کے متعلق حامد الانصاری نے بھی اپنی کتاب "اسلام کا نظام حکومت" مطبوعہ دہلی ص ۷۰ا میں نہایت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ علامہ مسعودی جنھیں مورخین میں غیر معمولی تفوق حاصل ہے وہ اپنی تاریخ "مروج الذہب" میں انبیاء علیہم السلام کے اوصیاء کے تقرر کا بیان تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہوئے آخر کلام میں لکھتے ہیں۔ (ترجمہ) پس یہ وصیت ایک زمانے سے دوسرے زمانہ تک منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس نور کو صلب عبدالمطلب میں اور حضرت عبداللہؑ والد حضرت محمد مصطفیٰ صلعم میں ودیعت کیا۔

(مروج الذہب جلد ا۔ ص ۳۹)

حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء تک انبیاء کے حالات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک موقعہ پر بھی انتخاب جانشینی اور تقرر وصی کا کام بندوں کے سپرد نہیں ہوا۔ بلکہ خداوند عالم نے اپنے خاص اہتمام سے اس امر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ان میں ایسے نبی اور رسول بھی تھے جنھیں حکومت حاصل نہ تھی اور ایسے انبیاء بھی تھے جنھیں اقتدار کی مسند حاصل تھی۔ یہ قاعدہ بلا استثناء کے جاری رہا۔

ہر نبیؑ اور ہر رسولؐ اپنا جانشین بحکم خداوندی مقرر کرتا چلا آیا اول یہ تقرر خدا کی طرف سے ہوتا۔ اس کے بعد نبی یا رسول کا اعلان کر دیتا اور ہوتا بھی ایسا ہی چاہیے تھا کیونکہ "سنت الٰہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی"۔ (قرآن)

چنانچہ اسی سنت قدیمہ کے مطابق خداوند عالم نے خاتم الانبیاءؐ کے خلفاء اور جانشینوں کا مسئلہ حل فرمایا اور وصایت کا سلسلہ جاری فرمایا یعنی امت محمدیہ کے خلفاء کو بھی اسی طرح مقرر کروں گا۔ جیسا کہ سابق انبیاء کے

اوصیاء و خلفاء کے متعلق طریقہ اختیار کر چکا ہوں لہٰذا خداوند عالم کے اسی اصول تقرر اور سنّتِ انبیاء کے مطابق جناب سرورِ کائنات نے بھی وصایت علیؑ کا اعلان فرمایا۔ نبوت کی ابتدائی دعوت کے دور میں ہی "دعوت ذوالعشیر" کے موقع پر اپنے برادر "ابن عم حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی وصایت کا اعلان کھلے بندوں فرمایا۔

مورخین اور محدثین اسلام نے اس وصیّت کے الفاظ کو اس طرح بیان کیا ہے قال ھذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم " فرمایا اے لوگو! یہ میرا بھائی، میرا وصی، اور تم میں میرا خلیفہ ہے۔ (تاریخ ابوالفداء جلد ۱ صہ ۱۱۔ طبری جلد ۲۔ صہ ۲۱۷۔ کامل جلد ۲ صہ ۲۲ البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد ۳ صہ ۴۰ کنز العمال جلد ۶ صہ ۲۹۲ مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صہ ۳۳۱ مستدرک حاکم جلد ۳۔) مفتی اعظم قسطنطنیہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی نقشبندی حضرت علی علیہ السلام کی وصایت (جانشینی) کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"فرمایا صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے علیؑ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے آدمؑ سے شیثؑ۔ اور نوحؑ سے سامؑ۔ ابراہیمؑ سے اسحاقؑ اور جیسے موسیٰؑ سے ہارونؑ اور عیسیٰؑ سے شمعونؑ ہیں۔ تم میرے وصی اور میرے وارث ہو۔ اور ان تمام وصیوں میں سے تم دین و علم اور حلم و شجاعت اور سخاوت میں افضل ہو و بہتر ہو۔" (ینابیع المودۃ مطبوعہ استنبول)

امام شافعی جو آئمہ اسلام میں غیر معمولی شہرت کے مالک ہیں وہ اپنے عقیدہ کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

علی حبہ جنۃ — قسیم النار والجنۃ
وصی المصطفیٰ حقاً — امام الانس والجنۃ

(ترجمہ) علیؑ کی محبت گناہوں کے لئے ڈھال ہے۔ علیؑ جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں اور وہ محمد مصطفےٰؐ کے حقیقی وصی اور جنّ و انس کے امام ہیں۔ (ینابیع المودۃ ص۸۶)

مسئلہ جانشینی کے سلسلے میں مندرجہ بالا تحریر کے علاوہ قرآن و حدیث کی بے شمار نصوصِ متواترہ اس مدعا پر روشن دلیل ہیں جن میں سے آیتِ ولایت حدیثِ ولایت، حدیث منزلت، حدیث غدیر اور حدیث ثقلین وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تفسیر و حدیث اور سیر و تواریخ کی جن کتابوں میں وصایت و خلافت علیؑ کا تذکرہ ہے ان میں پیغمبر اسلامؐ سے یہ الفاظ صاف طور پر مرقوم ہیں کہ "یا علیؑ تم میرے بعد میرے وصی، خلیفہ، جانشین۔ میرے ولی، اور خاتم الاوصیاء ہو۔ شیعی نقطۂ نظر اور اس مکتب خیال کے اعتبار سے حضرت علیؑ علیہ السلام دیگر اوصیاء کی طرح وصی رسولؐ منصوص من اللہ والرسول خلیفہ تھے۔ ان کی خلافت و امامت کسی کے بیعت کر لینے کی محتاج نہ تھی کیونکہ منصب خداوندی کے عہدہ دار ہر اعتبار سے اس منصب جلیلہ پر فائز رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اقتدار شرط نہیں بلکہ خلیفۂ رسولؐ کے لئے القاء شریعت کا ضامن اور حفاظتِ دین و اسلام کا کفیل ہونا ضروری ہے۔

آیئے ناظرین کی سہولت کے لئے ہم چند ایک حوالہ جات پیش کر دیتے ہیں تاکہ ارباب ذوق ان تصنیفات کی طرف رجوع فرما سکیں۔

(فتح الباری پارہ ۱۸ ص۱۰۹۔ کنز العمال جلد ۱ د ماخذ کتاب عبداللہ بن سبا مؤلفہ جناب عمدۃ المحققین السید منظور حسین صاحب بخاری)

حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت

حضرت عمرؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ کی زبانی

اسلام میں وہ کونسا فرقہ ہے جسکی تحصیل کا سلسلہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام تک نہیں پہونچتا سب سے اول تم صحابہ کو دیکھو۔ صحابہ میں عبداللہ ابن عباسؓ بہت بڑے فقیہ کہلاتے ہیں اور اپنے ہمعصروں میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اور محیط العلم بین الصحابہ کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے تھے ان کی تمام معلومات حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت صحبت اور تلمیذ کے فیوض کی رہین منت تھیں ـــــ حضرت عمرؓ کو بھی مولوی شبلی نعمانی صاحب نے اسی طبقہ میں شمار کیا ہے ہم کو ان کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو بھی جب کوئی مشکل مسئلہ آپڑتا تھا اور وہ اس کے جواب میں خود کو اپنی رائے دینے میں بے بس پاتے تھے تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے استفسار کرتے تھے۔ انھیں حقائق اور واقعات کے ثبوت میں حضرت عمرؓ کے یہ اقوال تمام اسلامی تاریخوں میں مندرج ہیں۔

(۱) (لولا علی لہلک عمرؓ) علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتے۔

(۲) (کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس بھا ابوالحسن) عمرؓ ہمیشہ اُس مشکل کے لئے خدا سے پناہ مانگتے ہیں جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسن علیہ السلام موجود نہ ہوں۔

(۳) (یا اباالحسن لا ابقانی اللہ لشدیدۃ لست بھا ولا فی بلد لست فیہ) یا ابوالحسن علیہ السلام وہ سختی خدا مجھ پر نہ ڈالے جسکے دور کرنے کے لئے تم موجود نہ ہو۔ اور اس شہر میں خدا مجھے نہ لے جاوے جہاں تم نہ ہو۔

۴۔ (یا بن ابی طالب ما زالت کاشف کل مشبہتہ وموضح کل حکم) اے پسر ابی طالب علیہ السلام تم ہمیشہ ہر شبہ، ہر شبہ کے کھولنے والے اور کل احکام کے ظاہر کرنے والے ہو۔

(۵) (اللھم لا تنزل بی شدۃ الا بوالحسن الی جنبی) خدا مجھ پر کوئی بلا نازل نہ فرمائے اس وقت جبکہ ابوالحسن علیہ السلام میرے پہلو میں نہ ہوں۔

(۶) (عجزات النساء آن یلدن مثل علی ابن ابی طالب علیہ السلام) عورتیں علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ایسا بچہ جننے سے عاجز ہیں۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے صرف چند مسائل کے جواب کے یہ نتیجہ تھا جس نے حضرت عمرؓ کی زبان سے ان کی اعلیٰ لیاقت اور بے مثل لیاقت کا اعتراف کرایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کو علم زیادہ ہے یا آپ کے ابن عم کو۔؟

حضرت عبداللہ نے جواب دیا

"میرے علم کی مقدار ان کی علمی لیاقت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کہ ایک قطرہ کی دریا کے ساتھ"!

جب محیط العلم کا وجود امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں ایک قطرہ سے زائد نہ ٹھہرے تو پھر اُس بحر ناپیدا کنار کی انتہائی گہرائی کے اندر چھپے رازوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔!!

خدا کے بعد نبیؐ ہے

نبیؐ کے بعد علی علیہ السلام

از میاں عابد حسین نظامی

علیؑ اخی محمدؐ علیؑ خدا کا ولی
علیؑ کا نام نام خدائے لم یزلی
علیؑ کے ذکر سے دین خدا کی بات چلی
لکھا ہے باب ارم پر بخط سبز و جلی
خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ

وہ کون ہے درِ حیدر کا جو نہیں سائل
کہا جو حیدرِ کرارؑ حل ہوئی مشکل
ہیں ضربِ حیدری کے جبرئیل بھی قائل
ہیں اس حدیث پیمبرؐ کے شافعیؒ ناقل
خُدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ
علیؑ ہے فخرِ پیمبرؐ علیؑ ہے نفسِ رسولؐ
علیؑ ہے جانِ محمدؐ، علیؑ ہے زوجِ بتولؑ
عدوِ علیؑ کا ہے بے شبہ از گروہِ جہول
یہ سُن کے شاد ہے مسلم، تو خارجی ہے ملول
خدا کے بعد نبیؐ ہے، نبیؐ کے بعد علیؑ

علیؑ کا اسم ہے از اسم ہائے ربِّ مجید
علیؑ یگانۂ دوراں، علیؑ ہے فردِ فرید
علیؑ ہے کفر کی کثرت میں حافظِ توحید
فدائیانِ علیؑ کو یہ دی ہے حق نے نوید
خُدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ

علیؑ کے پائے کا پایا نہ آج تک زاہد
علیؑ سا دیکھا نہ بعد از نبیؐ کوئی ساجد
علیؑ کے شیفتہ سب ہیں مگر بجز حاسد
کھلا یہ ہم پہ "حدیثِ غدیر" سے عابدؔ

خُدا کے بعد نبیؐ ہے، نبیؐ کے بعد علیؑ

چند نایاب اور مشہور زمانہ کتابیں

جن کا پڑھنا اور ہر گھر میں رکھنا ضروری ہے

یہ کتابیں جناب محمد وصی خاں نے بھرپور حوالہ جات اور عمیق تحقیق کے ساتھ تحریر کی ہیں ان کے مطالعہ سے آپ کی محبت عقیدۂ حقّہ سے مستحکم سے مستحکم ترین ہو جائیگی اور مومنین کرام کے ایمان میں زبردست پختگی آجائے گی۔

۱۔ کتاب علیؑ علی حصہ اول و حصہ دوم فضائل امیر المومنین کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر!

۲۔ کتاب حسینؑ حسین حصہ اول۔ شہید کربلا کی عظیم المرتبت شخصیت پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے

۳۔ کتاب بیعتِ علیؑ۔ علیؑ نے کسی کی بیعت نہیں کی اور حضرت ابوبکرؓ سے وارث خلافت کا ہیجان خیز مکالمہ جس کے ایک ایک لفظ سے علیؑ کے وصیٔ رسول اللہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت فراہم ہے۔ بلاشبہ شیعیانِ علیؑ کے لئے یہ کتاب ایک بے نظیر تحفہ ہے۔ اس کتاب میں قرآن، حدیث اور کتب اہلسنت سے ثابت کیا گیا ہے کہ علیؑ نے بیعت نہیں کی۔

۴۔ کتاب "وارث فدک" اس کتاب میں حق وراثت کو کتب اہلسنت سے قرآن و حدیث کی روشنی میں انتہائی دلپسند انداز نگارش کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ بیاض تسکین زہراؑ حصہ اول و حصہ دوم۔ انتہائی رقت آمیز لاجواب نوحوں کا مجموعہ خصوصی طور پر سوگوارانِ شہدائے کربلا کے درس ایمانی پر مبنی والی بہنوں کیلئے تحفہ

۶۔ حضرت علیؑ کے فیصلے اور موجودہ اسلامی قانون۔ وقت کی پکار کے عین مطابق وصی خاں کی ایک بروقت پیشکش۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(آئیڈیل پیکجز کراچی)

چند نایاب اور مشہور زمانہ کتابیں

جن کا پڑھنا اور ہر گھر میں رکھنا ضروری ہے

یہ کتابیں جناب وصی خاں نے بھرپور حوالہ جات اور عمیق تحقیق کے ساتھ تحریر کی ہیں ان کے مطالعہ سے آپ کی محبت عقیدۂ حقہ سے مستحکم ترین ہوجائیگی اور مومنین کرام کے ایمان میں زبردست پختگی آئے گی اور دین حقہ سے آپ کی معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوجائے گا۔

- ۱۔ کتاب علیؑ علیؑ۔ حصہ اول و حصہ دوم۔ فضائل امیر المومنین کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر!
- ۲۔ کتاب حسنینؑ حسنینؑ۔ حصہ اول و حصہ دوم۔ شہید کربلاؑ کی عظیم المرتبت شخصیت پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے
- ۳۔ کتاب بیعت علیؑ۔ علیؑ نے کسی کی بیعت نہیں کی! حضرت ابوبکرؓ سے وارثِ خلافت کا ہیجان خیز مکالمہ جس کے ایک ایک لفظ سے علیؑ کے وصی رسول اللہؐ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت فراہم ہے۔ بلاشبہ شیعیان علیؑ کے لیے یہ کتاب ایک بے نظیر تحفہ ہے جس میں قرآن، حدیث اور کتب اہلسنت سے ثابت کیا گیا ہے کہ علیؑ نے بیعت نہیں کی!
- ۴۔ کتاب وراثت فدک۔ امیر المومنین کے حق وراثت کو کتب اہلسنت سے قرآن و حدیث کی روشنی میں انتہائی دلپسند انداز نگارش کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔
- ۵۔ بیاض تسکین زہراؑ۔ حصہ اول و دوم۔ ... رقت آمیز لاجواب نوحوں کا مجموعہ خصوصی طور پر سوگواران شہدائے کربلا کے درس ایمانی پر مشتمل ... ہے۔
- ۶۔ حضرت علیؑ کے فیصلے اور موجودہ شرعی مسائل۔ دفتر علی احکام مطابق فقہ جعفریہ۔ اس کتاب میں تقریباً دو سو (۲۰۰) فیصلے جن کو جناب امیرؑ نے ارشاد فرمائے۔ اور شرعی احکام مطابق فقہ جعفریہ جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ موجود ہیں

۱۔ رحمت اللہ بک ایجنسی بمبئی بازار کھارادر کراچی
۲۔ محفوظ بک ڈپو مارٹن روڈ کراچی
۳۔ احمد بک ڈپو رضویہ سوسائٹی ناظم آباد کراچی
۔ مکتبہ مسعودیہ مسجد نور الایمان ناظم آباد کراچی